وسیلۂ نجات
شاعر
محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتیہ مجموعہ

وَسیلۂ نجات

شاعر

محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲

WASEELA-E-NAJAAT

by

Mohammed Mujahid Husain Razvi Hasan Allahabadi

Year of First Edition 2019
ISBN 978-93-89358-35-3

250/-

نام کتاب	:	وَسیلۂ نجات
نام مصنف	:	محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی
اشاعت باراول	:	۲۰۱۹ء
قیمت	:	۲۵۰روپے
صفحات	:	۲۰۶
تعداد	:	۵۰۰
مطبع	:	روشان پرنٹرس دہلی ٦

ملنے کے پتے

{01} دارالعلوم غریب نواز، مرزاغالب روڈ الہ آباد
{02} غوثیہ پبلشر، مرزاغالب روڈ الہ آباد
{03} مدرسہ اہل سنت تبلیغ الاسلام گڑھوا، جھارکھنڈ
{04} دارالعلوم حمیدیہ نورالعلوم بالا جھگڑا، گڑھوا جھارکھنڈ
{05} دارالعلوم قادریہ تاج العلوم رضانگر رارو گڑھوا جھارکھنڈ

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.o. D1/16,Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi 110002 (INDIA)
B.o. 3191,Vakeel Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi 6 (INDIA)
Ph. 45678285,45678286, 23216162, 23214465 Fax: 0091-11-23211540
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
Website: www.ephbooks.com

شرفِ انتساب

مجدد دین وملت، دریائے عشق و محبت

حسان الہند امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی، مرشدی الکریم سرکار

مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمۃ والرضوان

عارف باللہ انوار عالم

سیدی شاہ نور الھُدیٰ گیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان

استاذی الکریم، آقائے نعمت

حافظِ ملت شاہ عبد العزیز محدثِ مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

قاضِی القضاۃ فی الہند فخر ازہر، تاج الشریعہ

حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان

ایصال ثواب

خلیفۂ انوار عالم جَدِّی الکریم جناب چراغ علی قادری مرحوم

اَبی الکریم الحاج مولوی احمد علی قادری سراجی مرحوم

اُمِّی الکریمہ حجن حفیظہ خاتون مرحومہ

من جانب

محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی

تبرک

نعتیہ رباعی

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حسان الہند حضرت رضاؔ بریلوی

فہرست مشمولات

صفحات	مشمولات	شمار

صفحات	مشمولات	شمار
112	مل ہی جائے گا تجھے عالم کا پالنہار ڈھونڈ	047
113	نعت سرکار ہے اس پر تو ہے گوہر کاغذ	048
114	کھلا پیمبر کی رفعتوں کا وہ باب ہو گا بروز محشر	049
115	اُن کے دربار میں رہتا ہے جو ذرہ ہو کر	050
116	ہر عمل اپنا رضائے سید والا سے جوڑ	051
117	کیوں ڈھونڈتے ہو اور کہیں برتری کا راز	052
118	نجدی! ترا ایمان کا دعویٰ ہے سبوتاژ	053
119	رب کے حبیب معدنِ جود و عطا کے پاس	054
120	نرالی شان کی ہے احمدِ مختار کی خواہش	055
121	بڑھا جو نور سے آگے ہے اک بشر مخصوص	056
122	نجدیوں کو آپ کی مدح و ثنا سے کیا غرض؟	057
123	زردار سارے رکھتے ہیں احقر سے ربط ضبط	058
124	ہے مصطفیٰ کی نبوت کا سلسلہ محفوظ	059
125	تسلیم کر رہا ہوں کہ سنسار ہے وسیع	060
126	جلا کے دل میں رکھو الفتِ نبی کے چراغ	061
127	تم ہی ہو گے زمانے بھر کا چراغ	062
128	خدا نے بخشا ہے جن کو پیمبری کا شرف	063
129	مریض! لے نہ دوا لے کے چل درود شریف	064
130	رُسُل بھی جن سے نہ رکھیں برابری کا شوق	065
131	قدرت نے دیا آپ کو اعزاز مبارک	066
132	جب آ گئے دنیا میں نبی صاحب "لولاک"	067
133	عرق اُن کا پہنچا ہے بادِ صبا تک	068
134	ذکر چھڑا اُن کی عظمت کا لو محفل پر چھایا رنگ	069
135	جب جگر پھٹ گئے سینے میں تو سینے ہم لوگ	070

شمار	مشمولات	صفحات

شمار	مشمولات	صفحات

شمار	مشمولات	صفحات

کلمات تکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ سارے حرف جو لوح ازل پہ روشن ہیں
میں لکھ رہا ہوں وہی کچھ شکستہ کاغذ پر

قلم کی حرمت بہت لکھنے میں نہیں بلکہ صحیح لکھنے میں ہے۔ موضوع کے تقاضے جب تک جذبہ نہ بن جائیں قلم کیسے اٹھے؟ یہ کیفیت میرا ایمان ہے۔ مرحلہ لکھنا نہیں ہے، مرحلہ جذبے کا رقص میں آنا ہے۔ معاشرتی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے لکھنا بہت آسان ہے۔ جذبے کو زبان دینا بڑا مشکل ہے۔ میں عجیب کشمکش میں ہوں جس سے میرا ممدوح بھی واقف نہیں ہے ۔ موضوع کی رفعت وہ ہے جس سے آرام جاں ہی نہیں بلکہ رشتہ جان قائم ہے۔ دوسری طرف ایک کم مایہ بندۂ عاجز۔

حضرت مولانا محمد مجاہد حسین صاحب حسنؔ رضوی کے نعتیہ مجموعے کو دیکھنے کے بعد یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ قدم قدم پر معاشرے کی اصلاح اور تزکیۂ نفس

کا جذبہ موجود ہے۔ ان کے اشعار کے مطالعے سے یہ باور کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ زبان پر قدرت ہے موضوع میں ندرت ہے اور استعارات و تشبیہات کے اعتبار سے باکمال شعرا کا عکس از خود بغیر کسی شعوری کوشش کے در آیا ہے۔ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان اور ملکوتی انداز بیان نے متانت اور وقار بخشا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور وابستگی حاصل دین ہے، پیمانۂ ایمان ہے اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ یہ تعلق جس قدر پختہ گہرا اور راسخ ہوگا اسی درجہ اشعار میں بالیدگی اور شیفتگی کا جلوہ نظر آئے گا۔

مولانا محمد مجاہد حسین صاحب حسنؔ رضوی کی نعتیہ شاعری صرف شاعری نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کی جلوہ گری اور عشق رسول میں سرشار توانائی کا ہر قدم پر اظہار ہے جس سے پڑھنے والے کے جذبات رقص میں آجاتے ہیں۔

الحمدللہ مولانا محمد مجاہد حسین صاحب حسنؔ رضوی جس لگن سے نعتیہ ادب کی خدمت انجام دے رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں بھی اپنی یہ روش برقرار رکھیں گے پروردگار انھیں علم کے اوج ثریا تک پہنچا دے۔

اٰمین بجاہِ حبیبہ سیدِ المرسلین، علیہ و علیٰ اٰلہ وَاَصحابہ اَجمعین

تشنۂ دعا

حَسن رضا

۲۰ شوال ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۴ جون ۲۰۱۹ء

بروز دوشنبہ مبارکہ

یہ کون بزمِ شوق میں ہنگامہ کر گیا

حضرتِ حسنؔ الہ آبادی کا رنگ سخن اور تخئیلی آب و تاب

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہرؔ صاحب قبلہ ابوالعلائی مصباحی

سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ، نیا حجرہ، چک، الہ آباد

نعتیہ شاعری، تفسیر محبت، احوال قلبی اور جذبۂ ایمانی کا آئینہ دار ہے۔ جس شاعری کا تعلق رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے لمحے لمحے سے وابستہ ہو، جو شاعری قرآن و حدیث اور عظمتِ سنن کی تجلیوں سے متعلق ہو، اس کی حد کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اس طرز سخن نے دور جاہلیت کی فصاحت و بلاغت کا نشہ اتارتے ہوئے ایک ایمانی تہذیب اور پاکیزہ شعر و شاعری کی بنیاد رکھ دی۔ اس احسان کے دباؤ کو کوئی شاعری ہلکا نہیں کر سکتی۔ "وَرَفَعنَالَکَ ذِکرَک" کی روشنی میں، اس ایمانی شاعری کا استقبال ساری دنیا نے کیا۔ فکر و تخیل کے نئے نئے دروازے بھی کھلتے رہے اور عشق و محبت کو نئی نئی راہوں سے گزارنے کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہا۔ چودہ سو برسوں سے لگاتار حسن عقیدت کا دریا بہایا جارہا ہے۔ انتہائے عظمت یہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام شعرائے نعت، صرف ایک نقش پائے رسول، صرف ایک موئے مبارک کے فضائل و برکات اور صرف ایک قطرۂ عرق جسم اطہر کا حق ادا نہیں کر پائے۔ یہ بھی جان لیجیے کہ وہ کون سا دل ہے جو دھڑکنا نہیں جانتا، مچلنا نہیں جانتا، جذبات

واحساسات کا اظہار کرنا نہیں جانتا، مگر وہ ہیجان وہ دھڑکنیں بے مراد ہیں، وہ جذبے حرص نواز ہیں جو عشق رسالت مآب کی علامتیں نہ ظاہر کر سکیں، جو عقیدت و محبت کے پیمانے نہ چھلکا سکیں۔ نعتیہ شاعری کے صدقے میں دل کی دھڑکنیں ایمان کو تازہ کر دیتی ہیں۔ آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسو عاقبت سنوار دیتے ہیں "لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتَّی أَکُونَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِینَ" کی روشنی میں جب تک ہر جذبہ، ہر فکر اور ہر احساس عشق رسول کے اجالوں کا دیوانہ نہ رہے گا اور حب اہل بیت کا اسیر و گرویدہ نہ بنا رہے گا نعتیہ شاعری کا حق نہیں ادا کیا جا سکتا۔ عرض ہے کہ عشق و محبت کا وظیفہ پڑھا جانے لگا تو زبان اردو کی نشو نما کے بعد جتنی کثیر تعداد میں اردو میں نعتیہ شاعری کی جانے لگی کسی زبان میں نہیں کی گئی۔ شاعروں اور ان کے بیاضوں کا شمار کرنا مشکل ہے۔ نہ صرف مسلم شعرا بلکہ اردو میں شاعری کرنے والا وہ کون غیر مسلم شاعر ہے جس نے نعتیہ شاعری سے دلچسپی نہ دکھائی ہو اور نذرانۂ عقیدت کے طور پر ایک خزانہ نہ پیش کر دیا ہو۔

عشق و محبت کے نئے نئے پیمانے چھلکانے اور حسن تخیل کے نئے نئے گل بوٹے پیش کرنے والوں میں محب گرامی، خطیب باوقار، علامہ الحاج محمد مجاہد حسین رضوی قبلہ نائب قاضیِ شہر، الہ آباد و استاذ دار العلوم غریب نواز الہ آباد بھی چڑھتے سورج کی طرح سامنے آئے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل مجھے ان کی شعری رفتار اور مشق و ریاض کی کوئی خبر نہیں تھی اور نہ ہی رسائل و جرائد میں تخلص حسنؔ کے نام سے کسی کلام پر نظر پڑی۔ پردۂ خفا میں پرورش پانے والی یہ شعری صلاحیت جیسے ہی باقاعدہ شعری مجموعہ "وسیلۂ نجات" کی شکل میں سامنے آئی تو حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر جو ہونا تھا وہی ہوا۔ گویا داد و تحسین کے دروازے خود بہ خود کھلنے لگے۔ پورے مجموعۂ کلام کی ردیف میں اردو فارسی الفاظ تہجی کی ترتیب کا خصوصی اہتمام پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ شعرائے متقدمین کے دواوین اور بیاضوں میں یہ رسم رائج تھی۔ ایک عالم دین اور استاذ ہونے کی حیثیت سے بہت سے اشعار میں قرآن واحادیث کی عبارات والفاظ کی شمولیت مجموعے کا خصوصی معیار و وقار نمایاں کرتی ہے۔ یہ رسم اگرچہ نئی نہیں پرانی ہے تاہم حضرت حسنؔ نے اس رسم کے حق میں خاص توجہ دی اور کثیر حوالوں سے کام لیتے ہوئے، نعتیہ شعر و ادب کے امتیازی وانفرادی وصف کو اس رخ سے بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان عبارتوں کی موجودگی میں، نہ صرف عام قاری

بلکہ اردو ادب کے بعض شناسا بھی ایسے اشعار کی تہ تک پہنچنے سے محروم رہ سکتے ہیں۔ چند اشعار نذر قارئین ہیں:

جن کا سینہ الفتِ سرکار سے لب ریز ہے
ہے انھیں سے عہد باغِ "تحتھا الانھار "کا

تیسرا ہے کون ؟ محبوب و محب کے ماسوا
جو کہے میں آشنائے رازِ "مااَوحیٰ" ہوا

منتہیٰ اُن کے سفر کا تھا حریم حق حسنؔ
اہلِ مکہ کے لیے ذکرِ "اِلَی الاقصا" ہوا

ہے ظاہر "اُدنُ مِنّی" اور جواب "لَن تَرَانی" سے
کہ دی آقا کو رب نے طالبِ دیدار پر ترجیح

کیوں ادھوری پڑھ رہا ہے آیت "قُل اِنَّمَا"
پڑھ کے تو "یُوحَیٰ اِلَیّ" مرکز انوار ڈھونڈ

وہ جن کے رستے میں دشمنوں نے حسنؔ بچھائے ہیں روز کانٹے
لبوں پہ اُن کے "اَنالَھَا" کا گلاب ہوگا بروز محشر

گفتگو کرنے سے پہلے مصطفیٰ کے علم پر
سلسلہ افکار کا مضمون "مَااَوحیٰ "سے جوڑ

رحمتِ حق کی طلب ہے تو بنیں اُن کے غلام
عاصیوں کو " یَا عِبَادِیَ "کہہ کے جو بندہ کریں

دلیل اس کی ہے "خَیرٌ لَکَ مِنَ الْأُولیٰ"
نہیں عروج محمد کی انتہا کوئی

بعد خالق شاہ دیں کو سب سے برتر دیکھتے
کاش نجدی "اَیُّکُمْ مثلی" کے تیور دیکھتے

ان کے علمِ پاک کی دیتے نہ یوں گندی مثال
حکمِ داور " لا تقولواراعِنا " گر دیکھتے

مندرجہ ذیل کلام کے پانچ مصرعوں میں حضرت حسنؔ نے بطور قافیہ عربی عبارت ترتیب دے کر صنف نعت کی وسعت نواز جہتوں کی تہوں میں اترنے کی جو کوشش کی ہے وہ نہ صرف قابل تحسین بلکہ ارتقائے نعت کی مزید نشاندہی کی بھی خبر دیتی ہے۔ شاعری میں اگر سادہ وآسان لب و لہجے کی قدر وقیمت ہے کہ ہر قاری آسانی کے ساتھ استفادہ کر سکے تو محض عام قاریوں کی رعایت میں علمی و تعلیمی معیار کے اظہار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ معیار وو قار اس فوقیت اور سرفرازی کی علامت ہے جس کی بنیاد پر عوام الناس کی لاعلمی وکم خواندگی کی غیرت کو للکارتے ہوئے تعلیم وتربیت اور تاریخ شناسی کی دعوت دیتی ہے۔ اس نوعیت کے کلام "وسیلۂ نجات" میں ہر جگہ موجود ہیں۔ کلام ملاحظہ کریں:

وہ روضۂ سرکار ہے اب ہوش میں آجاؤ تم
یہ بارگاہِ ناز ہے "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ"

وہ نورِ حق نورِ خدا مثلِ بشر کیوں کر ہوا
قرآن کو دیکھو ذرا، ارشاد ہے "قَدْ جَاءَكُمْ"

گر چاہتے ہو لطفِ رب نازل ہو تم پر روز و شب
اے اہلِ ایماں باادب صَلُّوْا عَلٰى مَحْبُوْبِكُمْ

کونین کی ہیں جان وہ، زندہ تھے اور زندہ ہیں وہ
تم مر کے مٹی میں ملو اے نجدیو! " تَبًّا لَّکُمْ "

کیا کہہ رہے ہو اُن کو تم، یہ پوچھنا مقصود ہے
باقی تو بس تمہید ہے مَنْ رَّبُّکُمْ مَادِیْنُکُمْ

ہر شاعری داخلی وظاہری عناصر سے وابستہ رہتی ہے۔ دل کی آواز الگ مرتبے کی حامل ہوتی ہے اور نظروں کی ترجمانی الگ حیثیت رکھتی ہے۔ دل جس قدر روحانی قدروں، تجلیات حق اور عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آشنا وقریب ہو گا اسی اعتبار سے آنکھوں کی ترجمانی اور منظر کشی میں صداقت نوازی کے آثار نمایاں ہوں گے۔ دائرۂ افکار و نظریات اور ذہنی رجحان ومیلان کی روشنی میں یہ غلبہ یقیناً ظاہر ہوکر رہتا ہے کہ شاعر نے کوائف قلبی اور عینی مشاہدات کے مابین کس عنصر کو فوقیت دینے کی زیادہ کوشش کی ہے۔ حضرت حسنؔ الہ آبادی کے مجموعۂ نعت "وسیلۂ نجات" کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اپنے شعری سفر کے دوران، عشق ومحبت واردات قلبی اور منظر کشی کے ایک سے ایک راستے سے گزرے۔ تطہیر قلب کی سعادت مندیوں کا بھی مظاہرہ کیا اور نظروں کی تجزیاتی ذمے داریوں پر بھی گہری گرفت رکھی۔ کبھی اس راستے سے مسکراتے ہوئے گزرے تو کبھی دھڑکنوں کے سائے میں آنسو بہاتے ہوئے گزرے، کبھی حسن عقیدت اور وفور شوق کے موتی لٹاتے ہوئے گزرے تو کبھی نجدیوں کی وادی سے سر اٹھا کر گزرے۔ جذبۂ عشق وعقیدت اور طلب خیر کے آئینے میں، فریاد والتجا کے آبگینے بڑی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں آبگینوں کے یہ تحفے نعتیہ شاعری کو ممتاز ومقدس بنادیتے ہیں۔ ہر نعت گو شاعر جس قدر شریعت وطریقت اور تقویٰ وتفقہ کے قریب ہو گا اسی قدر یہ شاعری ادب عالیہ کی بارگاہ میں درس وعبرت بن کر سامنے آئے گی۔ حضرت حسنؔ الہ آبادی جیسے عالم دین اور معروف مدرس و

مقرر نے انھیں امکانات کی روشنی میں شاعری کی ہے۔ اور جہاں تک فکر و فن کی رسائی ہو سکی لطافت نواز اور معنیٰ خیز شعری نمونے پیش کیے ہیں۔ شاعری کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ بے شمار انداز بیان اور پیکر تراشیوں کی روشنی میں دیکھا یہی جاتا ہے کہ شاعر خیال آفرینی اور عصری حقائق کی وادیوں اور فکر و فن کی محفلوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نعتیہ شاعری کا ہر تخئیلی پیمانہ یقیناً باعثِ خیر و برکت ہوتا ہے تاہم آسان و سہل تخئیلی عمل پر جب فکر و فن اور صنعتوں کی بلندیاں شامل ہو جاتی ہیں تو شاعری ایک الگ مقام سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ صنائع و بدائع کی حیثیت و اہمیت شاعری کی روح کہلاتی ہے۔ تخئیلی سفر کے ساتھ اگر صنعتوں کا کچھ بھی اہتمام نہیں ہوتا یا اتفاقیہ طور سے صنعتیں شامل ہو گئیں تو ایسی شاعری کے معیار کا تعین کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ حضرت حسنؔ آلہ آبادی کی شاعری میں صنعتوں کی آمیزش تو بہت کم نظر آتی ہے البتہ فکروں کے خوش گوار جھونکوں سے سارا مجموعہ معطر و شاداب دکھائی دیتا ہے۔ محتاط طرز سخن میں وسعت نواز حسن ظن اور روحانی امانتوں کی کثرت ایک نئی روشنی کا پتہ دیتی ہے۔ تفسیر محبت اور روداد عشق کے بیان میں جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و عروج اور رحمت مآبی کی تجلیاں بھی ہیں اور فضائل و برکاتِ مدینہ کی گہر بار نکہتیں بھی۔ جمال و کمال اور حسن و کیف کی ایمان افروز بہاریں بھی ہیں اور گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برے دنوں کی توضیح بھی۔ حضرت حسنؔ کی نعتیہ شاعری جس راستے سے گزری طاہر و پاکیزہ جذبات و احساسات کے چراغ جلاتی گئی۔ نعتیہ شاعری کی محفل میں حضرت حسنؔ نے جس خلوص و محبت، علم و ادب اور وارفتگی شوق کی تابانیوں میں "وسیلۂ نجات" کو پیش کیا ہے، دیوانگان مدح وثنا نہ صرف اس کا استقبال کریں گے بلکہ نعتیہ شاعری کی برکتوں سے استفادہ کرتے ہوئے اسے کلیجے سے بھی لگائیں گے۔ دنیائے شعر و ادب میں یہی تو وہ شاعری ہے جو دل کو راحت پہنچاتی ہے اور جذبۂ عشق رسول کو فروغ دیتی ہے۔ مختلف انداز بیان اور مختلف طرز خیال سے متعلق چند اشعار ملاحظہ کریں:

اللہ رے وہ حسن رسالت مآب کا
پھیکا پڑا ہے رنگ رخ ماہتاب کا

ملی بہارِ جناں اُن کے قدر دانوں کو
جو منکروں میں ہیں اُن کو عذابِ نار ملا

یہ فن نعت گوئی ہے حسنؔ ملکے میں مت لینا
دلادے گا یہی تم کو ہر اک فن کار پر ترجیح

یہ دیکھ اِلٰہی کہ میں مداح ہوں کس کا؟
مت دیکھ اِلٰہی مرے اعمال کی تعداد

لامکاں تک تیرے سجدوں کی پہنچ ہوجائے گی
"اے جبین آرزو! سنگ در سرکار ڈھونڈ"

عیب آتا ہے نظر جن کو نبی کے اندر
ایسے لوگوں کو ہی کہتے ہیں کمینے ہم لوگ

موت تجھ سے یہ گزارش ہے کہ تو تب آنا
خیر سے جب کہ پہنچ جائیں مدینے ہم لوگ

کب جائیں قبر میں کہ ہو دیدار مصطفیٰ
عشاق جی رہے ہیں اسی انتظار میں

دنیاو آخرت میں رہے گا وہ چین سے
جو آگیا حبیب خدا کی پناہ میں

آگیا نام مرا تیرے ثنا خوانوں میں
"ہوگئی میری بھی پہچان تری نسبت سے"

ملائکہ بھی نہ جس راہ سے کبھی گزرے
زمانہ دنگ ہے کیسے مرے نبی گزرے؟

حضور کہیے نا! پروردگار سے "سَلِم"
کہ پل صراط سے امت خوشی خوشی گزرے

گالیاں دی تھیں جنھوں نے، دی گئی اُن کو دعا
کارروائی جانِ رحمت کی جوابی دیکھیے

اے حسنؔ تمھیں وہ دیں گے، سبھی رنج وغم سے راحت
ہے سراپا جن کا رحمت انھیں ہم پکار آئے

صنف نعت کا خواہ کوئی کتنا ہی بڑا شاعر کیوں نہ ہو، عبادت و محبت کے زیر اثر، اعادۂ خیال، توارد افکار اور تکرار لفظی کی راہوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ نئی نئی راہوں کی نشاندہی سب کے بس کی بات بھی نہیں، لیکن حضرت حسنؔ نے نئی منزلوں کی تلاش میں یقیناً کامیابی حاصل کی ہے۔ سفر جتنا طویل ہوگا اسی اعتبار سے فکر وخیال کے نئے نئے گوشے سامنے آتے جائیں گے۔

یہ عرض بھی ضروری ہے کہ ادھر تقریبًا پچیس تیس برسوں کے درمیان ہندوپاک کے بے شمار اصحاب دواوین نعت گو شعرا کی کثرت نے دنیائے نعت کو آفتاب وماہتاب کی طرح چمکا کر رکھ دیا ہے۔ اس مبارک جماعت نے اس عہد کو "نعت صدی" کے خطاب سے ممتاز کیا۔ مروجہ شعروادب کا قبیلہ صنف غزل کے علاوہ برسوں سے مثنوی، قصیدہ، مستزاد اور رباعی وغیرہا میں فکری و تخئیلی دلچسپی سے ہاتھ دھوکر کنارے بیٹھ گیا یہ تو نعتیہ شاعری کی دریا دلی اور تہذیبی ذمہ داریوں کا احسان ہے کہ پوری شان وشوکت اور پوری رفتار کے ساتھ ان صنفوں کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ یہ انتہائی فیروزبختی کی بات ہے کہ محبی المکرم حضرت مولانا محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی بھی نعتیہ شعروسخن کی محفل میں داخل ہوئے اور اپنے شعری کارناموں کی روشنی میں، نعت کے نمایاں خدمت گاروں میں شامل ہوئے۔ "وسیلۂ نجات" کے مطالعے سے یہ بھی واضح ہوا کہ موصوف نے بیشتر مشہور و معروف بحروں میں شاعری کی ہے۔ تاہم یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ حضرت حسنؔ اس شعری سفر کو کتنی دور تک جاری رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں ان کے اس نعتیہ مجموعے کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں حضرت موصوف کے اس جذبۂ ایمانی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

سید شمیم احمد گوہرؔ ابوالعلائی مصباحی

۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵ جولائی ۲۰۱۹ء

دوشنبہ مبارکہ

مولانا محمد مجاہد حسین حسن آلہ آبادی
کی تقدیسی شاعری

ادیب شہیر حضرت علامہ قاری محمد میکائیل ضیائی صاحب قبلہ
صدر نعت اکیڈمی
واستاذ الجامعۃ العربیہ احسن المدارس قدیم، نئی سڑک، کان پور

اردو زبان اپنے دامن میں بے پناہ وسعت رکھتی ہے اور دوسری کسی بھی زبان کے الفاظ کو اپنے سایۂ عاطفت میں پناہ دینے کے لیے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتی ہے اور یہ اس کی فطرت و جبلت ہے کہ اس کی پیدائش دوسری زبانوں کے الفاظ کے اشتراک ہی سے ہوئی ہے اس لیے آج بھی اس زبان میں عربی، فارسی، ہندی اور دیگر مقامی زبانوں کے الفاظ کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر اردو زبان عربی اور فارسی کے ماہرین کے سایۂ شفقت و محبت میں ہی پروان چڑھی ہے اور انھیں دونوں زبانوں سے اس کی زیادہ شناسائی ہے چنانچہ آج کے دور میں جو لوگ عربی اور فارسی زبانوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور اردو نثر و نظم میں اپنی قابلیت و مہارت کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی عزت و وقار کو سلامت نہیں رکھ پاتے۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جنھیں وہ لکھ تو لیتے ہیں لیکن جب پڑھنے کی باری آتی ہے تو وہ الفاظ غلط اعراب کے ساتھ پڑھتے ہیں جس سے عربی فارسی جاننے والے حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ اردو کے اتنے بڑے ادیب یا شاعر ہونے کے باوجود الفاظ صحیح نہیں پڑھ سکتے یہی وجہ ہے کہ اردو نثر و نظم کے میدان میں جتنے علمائے دین ہیں ان کی اردو نویسی اور اردو خوانی دونوں ہی درست ہوتی ہیں اور ہندوستان کے قدیم و جدید باصلاحیت علما میں زیادہ تر ایسے

ہیں جو اردو نثر و نظم میں پوری مہارت رکھتے ہیں اس لیے کہ عربی اور فارسی زبانوں پر انھیں کامل دسترس ہوتی ہے۔ رہا علم عروض و بلاغت جو فن شاعری کے لیے اساسی حیثیت رکھتا ہے یہ تو درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے اور انھیں وہ فنون سبقًا سبقًا پڑھائے جاتے ہیں اس لیے علما کی کثیر تعداد شاعر و ادیب ہوتی ہے اور بعض لوگ زیادہ اور بعض لوگ کم اردو زبان میں نثری و شعری یادگاریں چھوڑ جاتے ہیں۔ محب گرامی حضرت علامہ الحاج محمد مجاہد حسین حسنؔ رضوی مصباحی صاحب بھی ایک باصلاحیت اور باوقار عالم دین ہیں جو ایک عرصۂ دراز سے علوم دینیہ کی عظیم و شہیر درس گاہ دارالعلوم غریب نواز کی مسند تدریس کو منور و مزین کیے ہوئے ہیں۔ ان کے بے شمار تلامذہ علما و فضلا ملک و بیرون ملک کے مختلف مقامات پر علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ تدریسی عمل سے صاحب علم کے علمی خزانوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لیے وہ بھی ایک ماہر علوم و فنون شخصیت ہیں۔ وہ الہ آباد کے نائب قاضئ شہر اور مفتی بھی ہیں۔ وہ ایک معیاری خطیب و مقرر بھی ہیں جس کے لیے آپ ملک گیر سطح پر دورہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد مجاہد حسین رضوی صاحب دیگر علوم و فنون اور فضائل و کمالات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر اسلاف و احباب کی طرح ایک اچھے شاعر بھی ہیں جو صرف تقدیسی شاعری کرتے ہیں، سوشل میڈیا پر بھی متحرک رہتے ہیں اور اپنے خطابات کی ابتدا میں اکثر و بیشتر اپنے اشعار پڑھتے ہیں نیز ملک کے معیاری اردو رسائل میں آپ کے کلام شائع بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مولانا محمد مجاہد حسین رضوی صاحب نے اپنے تقدیسی شعری سرمائے کو یکجا کرکے مرتب کیا ہے اور اسے جلد ہی شائع کرکے شائقین کے مطالعے کی میز تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس مجموعے کا نام انھوں نے "وسیلۂ نجات" تجویز کیا ہے۔ نعتیں کہنا، نعتیں پڑھنا اور نعتیں سننا بلا شبہ ایسی عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے خوش اور راضی ہوجائے اسے تو جنت ملنی ہی ملنی ہے۔ اس لیے اس مجموعے کا نام لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے مناسب ہے۔ مولانا موصوف کا مذکورہ نعتیہ مجموعہ میں نے از اول تا آخر پڑھا۔ ماشاء اللہ ہر اعتبار سے مجموعہ قابل ستائش ہے سب سے بڑی بات تو یہ کہ نعت نگاری ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔ نعت وہی کہہ سکتا ہے جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت ہو اور جذبۂ عشق رسول سے جس کا سینہ منور و مشرف ہو اس کے بعد حزم و احتیاط کا دامن ہر لمحہ ہاتھوں میں ہو نبی کی شان و عظمت

سے کما حقہٗ واقف ہو ورنہ نبی کی توصیف کرنے کی بجائے نادانستگی و لاعلمی میں کہیں توہین سرزد نہ ہوجائے جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر تھوڑی سی بے توجہی اور لاعلمی سے کام لیا جائے تو شاعر کا نجات پانا تو درکنار اسے عتاب و عذاب ہونے کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے کہ اگر تعریف و توصیف شایان شان نہیں ہوئی اور کہیں سے تنقیص کا پہلو نکل گیا تو یقیناً موجب عتاب و عذاب ہے اور اگر مدحت نگاری کے جوش میں حد سے تجاوز کر جائے تو شرک و کفر کا ارتکاب بھی ممکن ہے اور اس صورت میں نجات نہیں ہوسکتی۔ اس سلسلے میں جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور آپ کی عظمت و رفعت کا صحیح ادراک ہوگا وہی محتاط نعتیہ شاعری کر سکے گا اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ مولانا مجاہد حسین صاحب ایک منجھے منجھائے عالم و استاذ ہیں اس لیے اس طرح کی غلطیوں کا ان سے امکان نہیں۔ پورا مجموعہ میں نے دیکھا مجھے اس میں ایسا کوئی نقص کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ کی شاعری کی زبان بہت آسان اور سلیس ہے البتہ کہیں کہیں عربی اور فارسی کے الفاظ ایسے استعمال ہوگئے ہیں کہ ان کے معانی و مفاہیم سے ناواقف لوگوں کے لیے بے لطفی پیدا کر سکتے ہیں جب کہ عربی و فارسی زبان کے جان کاروں کو وہ تحسین و تزئین بھلی معلوم ہوگی۔

ایک بات اور جو میں نے محسوس کی، وہ یہ کہ مولانا مجاہد حسین صاحب جس طرح اپنی تقریروں میں ہندی الفاظ بڑی بے تکلفی سے سجا بنا کر استعمال کرتے ہیں اسی طرح اپنی نعتیہ شاعری میں بھی ان الفاظ کو سمویا اور پرویا ہے۔ جس سے اشعار کے حسن میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔ مولانا کی شاعری میں تخیل کی بلند پروازی بھی ہے اسلامی تاریخی روایات کی طرف اشارہ کرنے کی مہارت بھی ایمان و عقائد کے تحفظ کے لیے پیغامات بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں اور بد عقیدہ لوگوں کا بھرپور رد بھی۔

مولانا مجاہد حسین صاحب نے اپنی نعتیہ شاعری میں ہندی الفاظ کا استعمال کس خوش اسلوبی سے کیا ہے اس کی کچھ مثالیں آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

جو محبوبِ خدا ہیں ان کی امت میں ہیں ہم شامل
ہمیں سب امتوں پر ہے اسی آدھار پر ترجیح

تسلیم کر رہاہوں کہ سنسار ہے وسیع
سنسار سے بھی رحمتِ سرکار ہے وسیع

رزاقیِ خدا کے ہیں مظہر حسنؔ !حضور
خوان نبی کا اس لیے آکار ہے وسیع

درود جب کہ ہے کنجی سبھی مرادوں کی
حسنؔ کو کیوں نہ بنائے "سپھل" درود شریف

بیواؤں کو وقار سے جینے کا حق دیا
آقا نے ایک بیوہ کو لے کر وِواہ میں

خدائی کیا؟ خدا کو بھاگئی ہے
مرے آقا کی وہ سُندر چھوی ہے

قمر شق ہوگیا پاکر اشارہ
ملا آدیش تو پلٹا رَوی ہے

ذیل میں وہ اشعار پیش کیے جارہے ہیں جن میں فارسی یا عربی کے مشکل الفاظ استعمال ہوگئے ہیں۔ وہ ان کے لیے مشکل ہیں جو ان زبانوں کا علم نہیں رکھتے مگر اہل علم کے لیے تو وہ الفاظ مولانا مجاہد حسین صاحب کی علمی جلالت کا اشاریہ ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

ہرایک اہل نظر پر یہ بات روشن ہے
کرم سے ان کے حیاتِ بنات روشن ہے

"بنت" کا معنیٰ لڑکی اور بنت کی جمع "بنات" ہے جس کا معنیٰ ہے "لڑکیاں" یعنی نبی کے کرم سے بیٹیوں کی زندگی روشن ہے۔ بہت اچھا شعر ہے اس میں عرب میں قبل بعثتِ رسول، زندہ در گور کی جانے والی بیٹیوں کی طرف اشارہ ہے اور نبی کے کرم سے یہ سلسلہ ختم

ہوکر بیٹیوں کو زندہ رکھنے اور انھیں اچھی پرورش و تربیت دینے پر جنت کی خوش خبری سے آج دنیا میں لڑکیاں عزت و وقار کی زندگیاں جی رہی ہیں دوسرا شعر دیکھیں:

خدا کے سارے پیمبر ہیں ہادی و مرشد
مرا رسول میانِ ہُدات روشن ہے

یہاں بھی لفظ "ہدات" عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے یہ عربی کا لفظ ہے اور "ہادی" کی جمع ہے یعنی تمام انبیا و رسل ہدایت دینے والے ہیں اور میرا رسول ان تمام ہدایت دینے والے انبیا و رسل کے درمیان روشن و ممتاز ہے اور سب میں افضل و اعلیٰ بھی۔ اسی طرح مندرجہ ذیل شعر میں فارسی کا لفظ "ایستادہ" استعمال ہوا ہے:

مرے حضور کی موجودگی کا ہے صدقہ
وجود کی یہ عمارت جو ایستادہ ہے

بہت اچھا اور خوب صورت استعمال ہے کہ پوری دنیا کی عمارت جو اپنی شان و شوکت کے ساتھ کھڑی ہے وہ میرے حضور کی موجودگی کا صدقہ ہے۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے لیے ساری کائنات کی تخلیق کی گئی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں آج بھی موجود ہیں اور تاقیام قیامت آپ کا وجود اسی طرح رہے گا اگر میرے حضور موجود نہ ہوتے تو یہ دنیا کب کی نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔

ذیل میں کچھ اور اشعار ملاحظہ فرمائیں جو ان کی سلاست و روانی، بلندیِ فکر و خیال، حسن تراکیب اور شکوہ الفاظ کا ثبوت پیش کرتے ہیں:

ابھی سرکار کے اوصاف بہت باقی ہیں
ختم ہونے کو چلے سات سمندر کاغذ

یعنی ساتوں سمندر کے پانیوں کو سیاہی بنا کر اور پوری روے زمین کو کاغذ کی طرح استعمال کر کے بھی نبی کی تعریف و توصیف کوئی لکھنا چاہے تو ساتوں سمندر خشک ہو جائیں اور پوری زمین بھر جائے پھر بھی میرے نبی کے اوصاف مکمل نہیں لکھے جاسکتے۔ مولانا نے

مذکورہ شعر میں اسی بات کی طرف بہت خوب صورت اشارہ فرمایا ہے۔ایک شعر اور دیکھیں:

کوئی بھی نہیں جان سکا اُن کی حقیقت
ششدر ہے اگر فہم تو حیرت میں ہے اِدراک

سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میری حقیقت میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانی،فہم وادراک آج تک حیران اور ششدر ہیں۔اس طرح کے خوب صورت اور معیاری استعارے "وسیلۂ نجات" میں بے شمار ہیں۔

مولانا موصوف کے مجموعے میں شامل نعتیہ اشعار کے ردیف و قوافی بھی جدید پرکشش اور نادرونایاب ہیں۔جن سے مولانا کے نئے پن کی تلاش و جستجو کا ذوق و شوق سامنے آتا ہے اور جس سے شاعری بھی خوب صورت اور دل کش ہوگئی ہے۔ان کی نعتوں کے کچھ ردیف و قوافی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جن سے آپ بھی میری رائے سے یقیناً اتفاق کریں گے۔

ماسواسے کیاغرض،پیمبر سے ربط ضبط،فیصلہ محفوظ،جود کے دریاسے جوڑ،دیدہ ہے سبو تاثر،مرے سرکار کی چوکھٹ،ضوفشاں کروٹ،روشنی عبث،زندگی کی ہار سوچ،زندگی کا سچ،سرکار پر ترجیح،گوہر سے بھی برتر کاغذ،بندگی کے چراغ اور دیدار کی خواہش وغیرہ وغیرہ۔

مولانا کے مجموعے کا آخری حصہ مناقب پر مشتمل ہے جن میں سیدنا علی مرتضیٰ،سیدتنا فاطمہ الزہرا،حضرات شہداے کربلا،سیدنا اویس قرنی،سیدنا غوثِ اعظم،سیدنا سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ساتھ کچھ اپنے علماے اہل سنت کی شان اقدس میں مناقب ہیں جن میں اظہار عقیدت و حقیقت کے ساتھ شاعری کا حسن اور بانکپن بھی موجود ہے۔

حضرت مولانا الحاج محمد مجاہد حسین حسنؔ رضوی مصباحی کے اس نعتیہ مجموعہ "وسیلۂ نجات" کا آپ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے جب مطالعہ کریں گے تو اس سے آپ کے قلوب و اذہان کو اجالا میسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان و عقیدے کو بھی مضبوطی اور پختگی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ اس نعتیہ مجموعے کو اپنے محبوب کے صدقے میں قبول عام کا درجہ عطا فرمائے اور اس کے مصنف سمیت تمام قارئین کے لیے بھی اسے نجات و مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین بجاہِ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ وسلم۔

خیر اندیش

محمد میکائیل ضیائی

۱۰ شوال ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴ جون ۲۰۱۹ء

بروز جمعہ مبارکہ

تقدیم

ڈاکٹر ظفر انصاری ظفرؔ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، الہ آباد یونیورسٹی، پریاگ راج

وسیلۂ نجات حضرت مولانا محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی مدظلہ العالی کا مجموعۂ کلام ہے جو حمد، نعت اور منقبت جیسی اصناف پر مشتمل ہے۔ چوں کہ اس مجموعے میں نعتیہ کلام کی تعداد مذکور دیگر دو اصناف کے بالمقابل زیادہ ہے، اس لیے بربنائے کثرت اس کو نعتیہ مجموعہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ اس مجموعے میں حمد و مناجات کی شمولیت اسلامی عقائد و روایات کی پاسداری کے طور پر کی گئی ہے اور مناقب کی حیثیت بھی ضمنی ہے۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت حسنؔ الہ آبادی کی نعتیہ شاعری ہی کو اپنی فکر و نظر کے مرکز میں رکھوں اور اسی کے تعلق سے اظہار خیال کروں۔

نعت عربی زبان کا مصدرِ ثلاثی مجرد ہے جس کے لغوی معنیٰ تعریف کرنے کے ہیں۔ اصطلاحِ شعر میں نعت سے مراد وہ صنف ہے جس میں سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف و فضائل بیان کیے جائیں۔ اس کی روایت نہایت ہی قدیم ہے کیوں کہ نبی کی ذات ہی سے تخلیق خداوندی کا آغاز ہوا ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نورِی وَ کُلُّ الخَلَائِقِ مِن نُورِی" (ترجمہ: اولاً اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا اور تمام خلائق میرے نور سے ہیں)۔ اور اسی کے ساتھ حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ آپ باعثِ ایجادِ کل ہیں "لَو لَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ وَالاَرضین" (ترجمہ: اگر

آپ کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں زمینوں اور آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا)۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ حضرتِ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے بھی نبی تھے "کُنتُ نَبِیّاً وَ آدَمُ بَینَ المَاءِ وَالطِّینِ"(ترجمہ: میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب و گل کے درمیان تھے)۔یہ احادیث اِس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہمارے نبی کی پیدائش ارض و سما کے ظہور میں آنے سے قبل ہو گئی تھی، یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس خاکدانِ گیتی پر حضرتِ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بعد تشریف لائے۔اس اعتبار سے نعت کا نقطۂ آغاز بھی ارض و سما کے وجود سے قبل تسلیم کیا جائے گا۔ارشاد شاکر اعوان نعت کا نقطۂ آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے مانتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"مشہور روایات کی رو سے فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بیان میں نعت کی روایات کا آغاز اسی وقت سے ہوتا ہے جس دم حضرتِ آدم کی تخلیق ہوئی۔کہتے ہیں پہلے انسان حضرت آدم کو جب پہلا الہام ہوا تو آپ کو ابو محمد کہہ کر پکارا گیا۔آپ نے نورِ محمدی کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا اے میرے پروردگار! یہ کیسا نور ہے؟ارشاد ہوا: یہ نور اس نبی کا ہے جو تمھاری اولاد میں سے ہوگا جس کا نام آسمانوں پر احمد اور زمین پر محمد ہوگا اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمھیں پیدا کرتا نہ یہ زمین و آسمان پیدا کیے جاتے"۔

(عہدِ رسالت میں نعت، ارشاد شاکر اعوان مجلسِ ترقیِ ادب لاہور ۱۹۹۳ صفحہ ۲۴)

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیا و رسل اس دنیا میں تشریف لائے سبھوں نے رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توصیف و تحمید کے نذرانے پیش کیے اور ان کی تشریف آوری کی بشارت دی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے سرورِ دوسرا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوش خبری جس انداز میں سنائی اس کا شاہد خود کلامِ الٰہی ہے اور اس سے بھی نعت گوئی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔کلامِ مجید کی یہ آیت ملاحظہ ہو:

"وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ"

(ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے)[پارہ ۲۸، سورۃ الصف، آیت نمبر ۶]

اس آیتِ کریمہ میں "مِنۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ" سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی تائید میں بیہقی کی مندرجہ ذیل روایت پیش کی جا سکتی ہے:

"عَن ابن عباس قال قَدِمَ الجَارُودُ بنُ عبدِاللّٰہِ فَاَسلَمَ وقَالَ وَالذِی بَعَثکَ بالحَق لقَد وَجَدتُ وَصفَکَ فِی الاِنجیل، وَلقَد بَشَّرِبکَ ابنُ البتول"

(ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جارود بن عبد اللہ (جو ملک یمن کے سب سے بڑے عیسائی عالم تھے) آئے اور اسلام قبول کیا اور انھوں نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث کیا کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند (عیسیٰ علیہ السلام) نے آپ ہی کی بشارت دی ہے)۔

اس روایت کو حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "مدارج النبوۃ" میں نقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی عبارت اس طرح ہے:

> "مواہب اللدنیہ میں بیہقی سے بروایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منقول ہے کہ جب جارود نصرانی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا تو اس نے کہا کہ "اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا بلا شبہ میں نے انجیل میں آپ کا وصف پڑھا ہے اور فرزندِ بتول نے آپ کی بشارت دی ہے"۔

(مدارج النبوۃ حصہ اول، شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی، مترجم مفتی غلام معین الدین، ادبی دنیا دہلی ص ۱۹۴)

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر اور اُن کے فضائل و مراتب کے بیان سے تمام آسمانی کتابیں مزین ہیں۔ حضرت آدم کے تمام سعادت مند فرزندوں نے ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے حضور کے اس عالمِ فانی میں تشریف لانے سے قبل انبیا و رسل کے علاوہ دیگر صاحبانِ معرفت نے بھی ان کی آمد کی بشارت خلق کو گوش گزار کرائی ہے جس کا علم ہمیں سیرت کی کتابوں کے مطالعے سے بخوبی ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ

الرحمہ نے مدارج النبوۃ میں اس ضمن میں بہت سی احادیث رقم کی ہیں یہاں ایک حدیث رقم کی جارہی ہے جس میں آں حضرت کی پیدائش سے قبل ان کی شان میں نعتیہ اشعار کہنے کے شواہد موجود ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب طائف کے بادشاہ تبع نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی اور اس نے اعلان کیا تھا کہ میں شہر مدینہ کو ویران کردوں گا اور اس کے رہنے والوں کو اپنے اس لڑکے کے انتقام میں قتل کرڈالوں گا جسے انھوں نے فریب اور دھوکے سے قتل کیا ہے تو اس وقت سامول یہودی نے جو اس زمانے میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم تھا اس نے کہا اے بادشاہ! یہ وہ شہر ہے جس کی طرف بنی اسماعیل سے نبیِ آخر الزماں کی ہجرت ہوگی اور اس نبی کی جائے ولادت مکۂ مکرمہ ہے اس کا اسم گرامی احمد ہے۔ یہ شہر اس کا دار ہجرت ہے اور اس کی قبر انور بھی اس جگہ ہوگی تبع یوں ہی واپس ہوگیا۔

محمد ابن اسحاق کتاب مغازی میں نقل کرتے ہیں کہ تبع نے نبیِ آخر الزماں کے لیے ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تبع کے ہمراہ توریت کے چار سو علما تھے جو اس کی صحبت چھوڑ کر مدینہ منورہ میں اس آرزو میں ٹھہر گئے کہ وہ نبیِ آخر الزماں کی صحبت کی سعادت حاصل کریں گے اور تبع اُن چار سو عالموں میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک مکان بنوایا اور ایک ایک باندی بخشی اور ان کو مال کثیر دیا تبع نے ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام لانے کی شہادت دی اس خط میں چند شعر یہ تھے:

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّه ۔ رَسُولٌ مِنَ اللهِ بَارِئِ النَّسَمِ

فَلَو مُدَّ عُمْرِی إلیٰ عُمْرِهِ ۔ لَكُنْتُ وَزِيْراً لَه وَابْنَ عَمٍّ

(ترجمہ) میں نے اس بات کی گواہی دی کہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر جاندار کو پیدا کرنے والے اللہ کے رسول ہیں۔ اگر میری زندگی ان کی زندگی تک دراز ہوجائے گی تو میں ان کا وزیر اور ابن عم ہوں گا۔

پھر تبع نے اپنے اس خط کو سربہ مہر کرکے ان چار سو علما کے سب سے بڑے عالم کے سپرد کردیا اور وصیت کی کہ اگر وہ نبیِ آخر الزماں کو پائے تو یہ خط اُن کی خدمت میں پیش کردے ورنہ اپنی اولاد در اولاد کو اس وصیت کو پہنچاتے رہنا وہ مکان جو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا گیا تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم رنجہ فرمانے تک موجود رہا۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا وہ مکان

جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد نزول اجلال فرمایا تھا وہی مکان تھا"۔

(مدارج النبوۃ حصہ اول، شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی، مترجم مفتی غلام معین الدین، ادبی دنیا دہلی ص ۲۰۵،۲۰۴)

محولہ بالا اقتباس میں منقول اشعار کے علاوہ تبع کے دو شعر اور بھی مشہور ہیں جن میں تبع نے آپ کی بعثت تک زندہ رہنے کی تمنا ظاہر کی ہے۔ وہ اشعار ملاحظہ ہوں:

وَيَأْتِيْ بَعْدَهُ رَجُلٌ عَظِيْمٌ - نَبِيٌّ لَايُرَخِّصُ فِي الْحَرَامِ

يُسَمّٰى اَحْمَدُ يَالَيْتَ اَنِّيْ - أعمّرُ بَعْدَ مَبْعَثِهٖ بِعَامِ

(ترجمہ: اور اس کے بعد ایک عظیم انسان آئے گا وہ نبی جو کسی حرام کام کی اجازت نہیں دے گا۔ اے کاش! میں آپ کی بعثت کے بعد ایک آدھ سال زندہ رہتا)۔(عہد رسالت میں نعت ص ۲۷)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نعت گوئی کی ابتدا خود باری تعالیٰ نے کی اور اس کے بعد اس روایت کو انبیا، رسل اور صلحا کی جماعت نے آگے بڑھایا جس کے شواہد کتب سماوی کے علاوہ دیگر مآخذ سے بخوبی دستیاب ہوتے ہیں لیکن اس روایت میں اس وقت استحکام پیدا ہو جاتا ہے جب کفار مکہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"آپ جب قریشیوں سے اپنے بارے میں اور اسلام کے بارے میں ہجو سنتے سنتے تھک گئے تو حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ سے خود ہی قریشیوں کی ہجو کہنے کی فرمائش کی اور حضرت حسان سے تو یہاں تک فرمایا کہ جب تک تم خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے روح القدس (حضرت جبریل) تمھاری مدد کرتے رہیں گے اور جب حضرت حسان نے ان کی ہجو میں اشعار کہے تو خوش ہو کر فرمایا" هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى واشْتَفٰى "یعنی حسان نے ان کی ہجو کر کے میرے دل کو بھی اور اپنے دل کو بھی ٹھنڈک پہنچائی"۔

(عربی ادب کی تاریخ، جلد دوم ،ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی، ترقیِ اردو بیورو، نئی دہلی ۲۰۰۰، ص ۱۵۰،۱۵۱)

عربی ادب کی بیشتر کتبِ تاریخ میں مذکور شعرا کا ذکر ملتا ہے اور ان کے تعلق سے یہ صراحت ملتی ہے کہ انھوں نے اہل قریش کی ہجو اور اسلام اور اس کے رسول کی مدافعت میں اشعار کہے اور انھیں شعراے رسول کے ذریعے باضابطہ نعت گوئی کی ابتدا ہوتی ہے۔ لیکن ان میں حضرت حسان ابن ثابت رضِی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوقیت حاصل ہے۔

ارشاد شاکر اعوان نے بھی اپنی کتاب "عہد رسالت میں نعت" میں لکھا ہے:

"عقد الفرید، جمہرۃ اشعار العرب، اسد الغابہ، مجموعۃ النبہانیہ، اور مواہب اللدنیہ کے علاوہ سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل سے ملتا ہے کہ حضور اکرم سے ابوسفیان وغیرہ اہل قریش کی یاوہ گوئی کی شکایت کی گئی آپ نے فرمایا "اے اللہ! لوگ میری ہجو کہتے ہیں میں شاعر نہیں تو خود میری طرف سے ان کی ہجو کہہ" بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے اپنے جاں نثاروں کو جمع کرکے فرمایا: "تم لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی۔ قریش میری ہجو کہتے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو زبان شعر سے میری مدد کرے" حضرت علی اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما آگے بڑھے مگر حضور نے فرمایا یہ تمھارا کام نہیں پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنی نوک زبان دکھا کر کہنے لگے بصریٰ اور صنعا کا کوئی زبان آور میری برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا (حضرت حسّان پہلے حیرہ اور غسّان کے ملوک کے درباری شاعر رہ چکے تھے اور الاعشیٰ اور الخنساء جیسے نابغہ سے عکاظ وغیرہ کے میلوں میں دادِ سخن پا چکے تھے) حضور نے فرمایا ہاں! مگر تو اُن (قریشِ مکہ) کی ہجو کیسے کہہ سکے گا جب کہ میں خود بھی اُن میں سے ہوں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کی فکر نہ کیجیے "اِنِّیْ اَسُلُّکَ مِنْهُمْ کَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ" (میں آپ کو ان سے اس طرح الگ کر دوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے)"۔ (عہد رسالت میں نعت، ص، ۷۰)

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسّان بن ثابت رضِی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی مدحت کے لیے انتخاب کیا تھا اس کی شہادت مندرجہ ذیل حدیث بھی پیش کرتی ہے:

"عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ: اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يَقول أَجِبْ عَنِّي ، اللّٰهمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ القُدُس "[متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر ۴۷۸۹]

(ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ کے محاصرے کے دن رسول اللہ نے حسان ابن ثابت سے فرمایا: "مشرکوں کی ہجو کہو جبریل تمھارے ساتھ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسّان کے لیے فرمارہے تھے میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ! روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے ان کی مدد فرما۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھواتے تھے اور وہ اس پر کھڑے ہوکر رسول کی طرف سے فخر کرتے اور ان کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے جن کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، جب تک حسان میری طرف سے فخر اور مدافعت کرتا ہے اللہ جبریل کے ذریعے اس کی مدد فرماتا ہے۔

دربار رسول میں حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پذیرائی نے نعت گو شعرا کے لیے راہیں ہموار کردیں جس کے نتیجے میں نعت گوئی کی روایت کا فروغ ہوا اور یہ صنف نہایت ہی سرعت رفتاری کے ساتھ اپنے ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی شہرت و مقبولیت حاصل کرتی رہی۔

جہاں تک اردو زبان میں نعت گوئی کا سوال ہے اس میں ابتدا ہی سے اس کے نقوش ملنے شروع ہوجاتے ہیں پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ نے اس تعلق سے بجا فرمایا ہے کہ:

> "اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت سے ہی مومنہ اور کلمہ گو رہی۔ صوفیاے کرام اور مبلغین اسلام کے ہاتھوں دین متین کی ترویج و اشاعت کے لیے یہ پروان چڑھی اور شروع سے ہی اس کی توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبول جاری ہوگئی"۔

(اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، دانش اکیڈمی آرہ، ص۵)

اردو میں نعت گوئی کی ایک مستحکم روایت موجود ہے۔ اردو کی پہلی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (فخر دین نظامی) میں بھی نعت کے اشعار موجود ہیں۔ اور یہ سلسلہ دراز ہوتے ہوئے موجودہ نسل کے شعرا تک پہنچتا ہے۔ آج بھی کثیر تعداد میں نعتیں لکھی جا رہی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی مولانا محمد مجاہد حسین رضوی حسن آلہ آبادی ہیں۔

حضرت حسن آلہ آبادی نے اپنے مجموعے کا نام "وسیلۂ نجات" رکھا ہے جو اسم بامسمیٰ ہے۔ چوں کہ نعت میں حضور اکرم خاتم الانبیا والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پایاں عقیدت و محبت کا اظہار کیا جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غایت درجے کی عقیدت و محبت ہی اصل ایمان ہے اور یہی ذریعۂ بخشش اور وسیلۂ نجات بھی۔ اس لیے ادبی جہت کے علاوہ دینی اور مذہبی اعتبار سے بھی نعت گوئی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ مجموعے کے نام سے ایک شق یہ بھی ابھرتی ہے کہ اس کے شاعر راسخ العقیدہ ہیں اور وہ رسول تہامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر دنیا کی تمام محبتوں کو قربان کر دینا اپنے لیے باعثِ صد افتخار تصور کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ کریں کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" [سورۃ آل عمران، آیت:۳۱] (اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا)۔ یعنی محبتِ الٰہی کی کلید محبت رسول ہے۔ لہٰذا جو محب رسول ہے وہ محب حق ہے اور محب حق کی نجات میں کوئی جائے قیل و قال نہیں۔

نعت گوئی کے لیے مقام نبوت کا صحیح عرفان و ادراک ضروری ہے۔ چوں کہ حضرت حسن آلہ آبادی ایک جید عالم دین ہیں اور انھوں نے قرآن و کتب احادیث کا عمیق مطالعہ کیا ہے جس کے باعث انھوں نے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ ان میں کہیں بھی افراط و تفریط کا عنصر نہیں پایا جاتا۔ وہ اپنی علمی صلاحیتوں کا استعمال بجا طور سے اپنی شاعری میں کرتے ہیں جس کے سبب ان کے نعتیہ اشعار میں علمی وقار از خود در آتا ہے جس کا اندازہ قارئین وسیلۂ نجات کے مطالعے کے دوران خود ہی کریں گے۔ انھوں نے اپنے نعتیہ اشعار میں نہ صرف قرآن و حدیث سے ماخوذ مضامین ہی باندھے ہیں بلکہ کثیر مقامات پر قرآن و احادیث کے ٹکڑے بھی نقل کر دیے ہیں جس سے ان کی موزونیِ طبع کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کا علم بھی آشکارا ہوتا ہے اس ضمن میں ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جن کا سینہ الفتِ سرکار سے لب ریز ہے
ہے انھیں سے عہد باغِ "تَحْتَھَا الْاَنْھَار "کا

منتہیٰ اُن کے سفر کا تھا حریمِ حق حسنؔ
اہلِ مکہ کے لیے ذکرِ "اِلَی الاَقصَا" ہوا

ہے ظاہر "اُدنُ مِنِّی" اور جوابِ "لَنْ تَرَانِیْ" سے
کہ دی آقا کو رب نے طالبِ دیدار پر ترجیح

وہ روضۂ سرکار ہے اب ہوش میں آجاؤ تم
یہ بارگاہ ناز ہے "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ"

دلیل اس کی ہے "خَیْرٌ لَکَ مِنَ الْاُوْلیٰ"
نہیں عروج محمد کی انتہا کوئی

نعت ایک موضوعی صنف ہے۔ اس کا تعین ہیئت سے نہیں ہوتا یعنی یہ مختلف ہیئتوں میں کہی جاسکتی ہے اور کہنے کی روایت بھی ملتی ہے لیکن حضرت حسنؔ نے اپنی نعت گوئی کے لیے جس ہیئت کا استعمال کیا ہے وہ غزل کی خوب صورت ہیئت ہے اور اردو نعت گوئی کا ایک بڑا حصہ بھی اسی کی مرہونِ منت ہے جس کی خاص وجہ میری نظر میں یہ ہے کہ جس طرح غزل کا بنیادی وصف حسن وعشق کا بیان ہے اسی طرح نعت کا بنیادی وصف بھی حسن وعشق ہی کا بیان ہے لیکن اس میں غزل کی طرح حسن وعشق کے استعارے میں کائنات کے حقائق کا بیان مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس کے دائرے میں محبوبِ رب العٰلمین، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن اور ان سے عشق کا بیان ہوتا ہے۔ چوں کہ ذاتِ رسول کے فضائل وکمالات گوناگوں ہیں، اس لیے ان کے بیان غزل کے فارم (Form) ہی میں زیادہ موزوں ومناسب تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے زیادہ تر شعرا نے اسی فورم کو ترجیحی حیثیت دی۔

حضرت حسنؔ آلہ آبادی کی نعتیہ غزلوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد ہی یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ انھوں نے فن نعت کے تقاضوں کو بدرجۂ اتم ملحوظ رکھا ہے اپنی استادانہ مہارت کا ثبوت بہم پہنچاتے ہوئے انھوں نے جن مشکل زمینوں میں نعتیں کہی ہیں وہ ہرکس و ناکس کی بات نہیں بعض سنگلاخ زمینوں میں بھی انھوں نے بڑی آسانی سے خوب صورت اور معنیٰ خیز اشعار نکال لیے ہیں۔ اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مختار ہیں وہ ایسے اگر کہہ دیں کہ بن پھول
محشر کی تپش میں بنے سورج کی کرن پھول

اگر ہو علم میں ان کی گداگری کا سچ
پتہ چلے گا تمھیں کیا ہے خسروی کا سچ

نعت سے مت بدل زباں کروٹ
لے گی تیری طرف جناں کروٹ

بڑھا جو نور سے آگے ہے اک بشر مخصوص
خدا کو دیکھ چکی جو وہ ہے نظر مخصوص

ہے مصطفیٰ کی نبوت کا سلسلہ محفوظ
کلامِ پاک کی صورت میں معجزہ محفوظ

تسلیم کر رہا ہوں کہ سنسار ہے وسیع
سنسار سے بھی رحمتِ سرکار ہے وسیع

جانِ جاں! جس نے بھی دیکھا ترا جلوہ نوری
بول اُٹھا یہ نہ دیکھا کبھی ایسا نوری

یہاں میں نے جو اشعار نقل کیے ہیں، ان میں جس طرح کی ردیفوں کا استعمال ہوا ہے ان ردیفوں میں شعر کہنا کتنا مشکل کام ہے، یہ اہل فن سے پوشیدہ نہیں۔ ایسی ردیفوں کو از اول تا آخر کوئی قادر الکلام اور مشاق شاعر ہی بخوبی نباہ سکتا ہے۔

بہر حال حضرت حسنؔ آلہ آبادی نے اپنے اس مختصر سے مجموعۂ کلام میں نعتیہ مضامین میں وسعت و تنوع پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کی نعتوں میں تکرار مضامین شاذو نادر ہی دکھائی دیتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت حسنؔ کا مطالعہ وسیع ہے اور ان کی نگاہ میں دین متین اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیشتر پہلو روشن ہیں۔ اسی کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کا جذبہ بھی ان کے دل میں موج زن ہے جو احساس و ادراک کے مختلف مراحل سے گزرنے میں معاون ہے۔

حضرت حسنؔ آلہ آبادی کی شاعری میں جذبے کا خلوص بھی موجود ہے۔ وہ اپنی شاعری کا چراغ جلانے کے لیے کسی سے بھی جذبے کی آگ مستعار نہیں لیتے اور عشق رسول کی وجہ سے ان کے دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا وہ برملا اظہار کر دیتے ہیں جس کے باعث ان کی شاعری مصنوعی شاعری نہیں بن پاتی اور اس میں حقیقت کی آنچ موجود ہوتی ہے جو قارئین کے دل میں سوزو گداز کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے اور وہ ان کے کلام سے بھرپور محظوظ ہوتے ہیں۔ یہ ایک بڑی بات ہے اور یہ وصف ان کی نعتیہ شاعری کو اعلیٰ معیار و اقدار کا حامل بناتا ہے۔

زبان و بیان کے اعتبار سے بھی ان کی نعتیہ شاعری دامن کشِ دل ہے۔ اُن کے بیان میں وضاحت ہے اور ان کے اشعار پڑھ کر "اَلْمَعْنیٰ فِیْ بَطْنِ الشَّاعِرِ" کا گمان نہیں گزرتا۔ زبان بھی سلیس اور رواں ہے جو ان کی شاعری کو قابل مطالعہ بناتی ہے۔ اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بر آئی دل کی تمنا مجھے قرار ملا
زہے نصیب زِیارت کو کوئے یار ملا

خلق خالق کی ابتدا ہیں آپ
اور نبیوں کے منتہیٰ ہیں آپ

تصورات میں میرے در حضور ہے آج
عجیب کیف میں سرمستی و سرور ہے آج

ان کے دربار میں رہتا ہے جو ذرہ ہوکر
وہ چمکتا ہے زمانے میں ستارہ ہوکر

شاعری کے لیے غنائیت لازمی چیز ہے۔ اگر شعر میں غنائی حسن موجود نہ ہو تو وہ محض الفاظ کی خوب صورت ترتیب بن کر رہ جاتا ہے۔ حضرت حسنؔ کے نعتیہ اشعار پڑھ کر خوشی ہوتی ہے کہ وہ غنائیت کے زیور سے معرّیٰ نہیں ہیں۔ ان کی نعتیہ غزلیں ترنم سے پڑھ کر محفل میں کیف و مستی کا عالم پیدا کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی نعتوں میں چھوٹی بڑی اور متوسط ہر طرح کی بحروں کا استعمال کیا ہے اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ ہر بحر مترنم ہے۔ انھوں نے اپنی عروض دانی کا بیجا استعمال کرکے ایسی بحروں کا استعمال کرنے سے پرہیز کیا ہے جو غنائیت کو مانع ہو۔

بہر حال حضرت حسنؔ آلہ آبادی کی نعتیہ شاعری معنوی اور صوری ہر دو اعتبار سے قابل مطالعہ ہے ۔ان کا ذوق شعر ستھرا ہے اور اس کا ثبوت ان کا کلام از خود پیش کرتا ہے: "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" ۔انھوں نے اپنے ذوق شعری کا جو شاعرانہ اظہار کیا ہے وہ ان پر صد فی صد صادق آتا ہے:

میں حمد لکھتا ہوں رب کی، حضور کی نعتیں
بہت حسیں ہے مرا شعر و شاعری کا ذوق

میں جناب حسنؔ آلہ آبادی اور قارئین کے درمیان زیادہ دیر تک حائل رہنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ مولائے کریم اُن کے اس گلدستۂ نعت کو اُن کے لیے وسیلۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ظفر انصاری ظفرؔ

۲۰ فروری ۲۰۱۹ء

پیش لفظ

از-ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب پیغمبر آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف و کمالات کا نقشہ کھینچنا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں صرف لفظوں کے تار و پود ہی نہیں سنوارے جاتے بلکہ اس عمل میں شاعر اپنی زندگی کو بھی حسن و زیبائش سے آراستہ کرتا ہے۔ نعتیہ شاعری محض شاعری ہی نہیں بلکہ یہ شیشوں اور آبگینوں کی ایسی کارگاہ ہے جو بڑی ریاضت و بصیرت کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس لیے کچھ شعرا اس کسوٹی پر کھرے نہ اترنے کی وجہ سے اپنی زندگی میں نعت کا کوئی ایک شعر بھی نہ لکھ سکے۔ اس صنف کا آغاز رسول مقبول ﷺ کی بعثت سے ہزاروں سال قبل ہی ہو چکا تھا۔ جب آمنہ کا لال بطحا کی سرزمین پر اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوا تو نہ جانے کتنے شعرا نے اپنی عقیدت و محبت کا خراج اس کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو قلم یہ لکھنے میں حق بجانب ہوگا کہ خالق کائنات کے بعد اگر کسی مخلوق کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہے تو وہ آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اگر ہم نعت کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو عربی اور فارسی نعتوں سے پہلے ہمیں عبرانی زبان میں بھی نعت کا سراغ ملتا ہے جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام سے منسوب ہے۔ اس نعت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے، جو آپ کے صحیفہ "غزل الغزلات" باب پنجم مروجہ عبرانی زبان کے پرانے نسخے میں جو ۱۸۰۰ کا طبع شدہ ہے موجود ہے۔ یہ نعت " دودی صح وادوم دغول مربابہ" سے شروع ہوتی ہے اور " خلو محمدیم ذہ دودی وذہ رعی یابتو ثیروشلایم " پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس عبرانی نعت کا ترجمہ "صحیفہ غزل الغزلات، باب پنجم، سطور ۱ تا ۱۰ نسخہ عبرانی مطبوعہ ۱۸۰۰ لندن برٹش بائبل ایسوسی ایشن پر شائع ہو چکا ہے۔ جس کا منظوم ترجمہ بھی مجموعہ نعت

"انوار حرا" مطبوعہ ۱۹۹۷ء حرافاؤنڈیشن پاکستان کراچی کے صفحات ۱۹۹ پر موجود ہے۔ جس کی شروعات اس شعر سے ہوتی ہے۔

ہے میرا دوست ایسا رنگ جس کا قدرے گندم گوں
ہزاروں میں ہے وی یکتااسی کا میں توشیدا ہوں
سنو! الماس کی مانند اس کا سر ہے نورانی
سیہ اس کی ہیں زلفیں اور درخشاں اس کی پیشانی
مبارک ریش رخساروں پہ یوں دیتی دکھائی ہے
کہ جیسے بیل خوشبوداروں پر ایک چھائی ہے
ہے منہ اس کا ہلالی خوشبوؤں میں بس رہا ہے جو
معطر گفتگو اس کی ہیں سنتے بختور جس کو
ہیں لب اس کے یا تازہ پھول کی اک نرم پتی ہے
عجب ہی روح افزا جس میں سے خوشبو نکلتی ہے
طلائی ہاتھ ہیں گویا جواہر سے جو ہیں روشن
شکم جیسے کہ ہاتھی دانت کی تختی پہ ہو روغن
وہ تختی اجلی بھی ہےاور جواہر سے مرصع ہے
سنوتم اس کی پنڈلی حسن فطرت کا مرقع ہے
مثال ماہ کامل اس کے رخ سے ہی اجالاہے
جواں ہے وہ صنوبر کی طرح اخلاق والا ہے
وہ میرادوست ہے محبوب مجھ کو دل سے بے حد ہے
یہ سن رکھو سمجھ رکھو کہ نام اس کا محمد ہے

(سراج احمد قادری، دبستان نعت ۲۰۱۸ء ص ۱۱۰ شمارہ ۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نعت نگاری کے بعد عام مخلوق میں سب سے پہلے بادشاہ یمن تبّع نے رسول گرامی وقار ﷺ کی شان میں مدحیہ قصائد لکھے تھے۔ جس کا تفصیلی ذکر ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں کیا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

بادشاہ یمن تبع کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں پیغمبر آخر الزماں ہجرت کر کے آنے والے ہیں، تو اس نے ایک خط لکھا اور اس پر سونے کی مہر لگا کر یہودی عالم شامول کے حوالے کر کے یہ وصیت کی کہ اگر تجھے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا دیدار نصیب ہو تو تم یہ خط انھیں دے دینا۔ ورنہ وصیت کرنا کہ تمھاری اولاد میں جس کو بھی ان کا زمانہ ملے یہ خط ان تک پہنچا دے۔ حضرت ابو ایوب انصاری شامول کی اکیسویں پشت میں تھے۔ جب وہ خط ان تک پہنچا تو انھوں نے وہ خط ابو لیلیٰ کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں مکہ معظمہ بجھوا دیا۔ اور انھیں کے ذریعہ آپ کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت بھی دی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو لیلیٰ نے مکہ معظمہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری دی تو سرکار دو عالم ﷺ ان سے اس طرح گویا ہوئے جیسے کہ ایک مدت سے ان کے انتظار میں رہے ہوں۔ بادشاہ یمن تبّع کے خط میں درج ذیل اشعار لکھے ہوئے تھے۔

شَهدتُ علیٰ انَّه احمَدُ۔ رَسُول مِنَ اللهِ بَاری النَسم

فلو مَدَّ عُمری اِلیٰ عُمرہ۔ لَکُنتُ وَزیراً له وابنَ عَمّ

اگر درج بالا واقعہ کی تاریخی سند معتبر مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ بادشاہ یمن تبّع کے یہ مدحیہ اشعار حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد فن نعت گوئی میں اولیت سے سرفراز ہوں گے۔

دنیا کی ہر زبان میں رسول اکرم ﷺ پر نعتیہ کلام موجود ہے۔ شاید ہی ایسی کوئی زبان باقی رہی ہو جس میں اس زبان کو جاننے والے شعرائے کرام نے نعتیہ کلام نہ پیش کیا ہو۔ اردو زبان جو ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد پیدا ہوئی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے ایک ادبی زبان کی شکل میں ابھر کر منظر عام پر آئی۔ اس زبان نے کئی بیرونی زبانوں سے استفادہ کرتے ہوئے ان زبانوں کے اصناف سخن کو اپنایا۔ اور کئی اصناف سخن میں ردوبدل کرتے ہوئے اردو زبان کی کئی ایک نئی اصناف کو جنم دیا۔ اردو زبان میں نعتیہ کلام کی ابتدا اور ارتقا پر کئی تحقیق کاروں نے اپنے خیالات و نظریات پیش کئے ہیں جس کا ذکر باعث

طوالت ہو گا۔ مختصر یہ کہ اردو زبان میں نعتیہ اشعار کہنے والوں کی طویل فہرست ہے۔ بقول فرمان فتح پوری:

"قدیم دکنی شعرا سے لے کر آج تک اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو گا جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے اور کسی نے محض تکلفات سے کام لیا۔ کسی نے تواتر اور اہتمام سے اس کام کو انجام دیا ہے۔ اور کسی نے گاہے گاہے طبع آزمائی کی ہے۔"

(شمیم گوہر، نعت کے شعرائے متقدمین ص ۵)

بار گاہ رسالت میں نعتوں کا گلدستہ پیش کرنے والوں میں بر صغیر کے ہندو و مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ مسلم شعرا کے ساتھ غیر مسلم شعرا نے بھی بار گاہ رسالت میں اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ یہ باضابطہ الگ بحث کا موضوع ہے۔

شعر سنجی کے لیے موزوں طبیعت کا ہونا لازمی امر ہے۔ اگر طبیعت موزوں نہیں ، ذہن میں شگفتگی نہیں ، فکر میں بالیدگی نہیں ، اور دل میں فرحت و سرور نہیں ، تو تُک بندی تو ہو سکتی ہے ، مگر کوئی پاکیزہ شعر فکر کے قالب میں نہیں ڈھالا جا سکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب علم و دانش میں نثر نگار ہوں کی بہ نسبت شعرا کی تعداد ہر دور میں قدرے کم رہی ہے۔ اور نعتیہ شاعری کرنے والے اس سے بھی کم ۔ کیوں کہ نعتیہ شاعری در اصل اللہ کے نبی ﷺ سے عقیدت و محبت کا اظہار ہے۔ جسے جتنا زیادہ ہی سرکار دو عالم ﷺ سے محبت ہو گی ، اس کی شاعری میں اسی قدر وارفتگی اور نکھار پایا جائے گا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنے اہل و عیال اور تمام مادی اثاثے سے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ عشق نہ کرے گا ، وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک ایسا شاعر جو صرف شاعر ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کا باضابطہ عالم بھی ہے۔ اور مدرسے سے وابستگی کے علاوہ وعظ و تبلیغ اس کا محبوب مشغلہ بھی ہے ، جب وہ شاعری کرتا ہے تو اس کی شاعری کے اقدار اور پیمانے دیگر شعرا سے مختلف نظر آتے ہیں۔ عام شعرا کی نعتیہ شاعری کے مضامین کے علاوہ اس کی شاعری میں تصور عشق ، شاعرانہ پیکر تراشی ، عظمت توحید و رسالت ، لسانی و عروضی چاشنی ، محاورات و تلمیحات ، مشکل زمینوں کا انتخاب ، اردو کے ساتھ ہندی اور عربی و فارسی زبانوں کی آمیزش ، قرآن و حدیث جیسے علوم و فنون کی رنگارنگی ، اس کی نعتیہ شاعری کے وہ اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ دوسرے شعرا سے ممتاز نظر آتا ہے۔ مجموعۂ نعت"

وسیلہ نجات" کے شاعر مولانا محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی کا شمار ایسے ہی شعرائے کرام میں ہوتا ہے، جنھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں گل بوٹے، ساغر ومینا، جام وبادہ سے بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ رسول اکرم ﷺ کے محاسن، خصائص، سراپا، معجزات ،اخلاق وکردار، شیریں کلامی، امتیوں سے پیار ومحبت کو کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی شاعری کا محور ومرکز قرار دیا ہے۔ اور بجا قرار دیا ہے کیوں کہ:

نبی کی آنکھیں، نبی کے ابرو، نبی کے عارض، نبی کے گیسو
کسی بھی رخ سے نبی کو دیکھو کہیں سے کوئی کمی نہیں ہے

حسنؔ الہ بادی کی شاعری کا ایک خاص وصف یہ بھی ہے، کہ انھوں نے الف سے یا تک حروف تہجی کے تمام حروف کو بالترتیب ردیف کا حصہ بنایا ہے۔ حالاں کہ انھیں اس طرح نعت گوئی میں نبی اکرم ﷺ سے اظہار عقیدت ومحبت کرنے میں مشکلیں تو ضرور پیش آئی ہوں گی، مگر انھوں نے جس خوبصورتی سے اسے نبھایا ہے وہ اس میں منفرد اور یگانہ نظر آتے ہیں۔ اس شاعرانہ روش کا اہتمام زمانۂ قدیم کے استاد شعرا کے یہاں ضرور پایا جاتا ہے۔ مگر عہد حاضر کے شعرا میں یہ وصف عنقا ہے۔

حسنؔ الہ آبادی نے اردو کے علاوہ دیگر زبانوں جیسے ہندی، انگریزی، اور عربی وفارسی کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ اور اس اہتمام کے ساتھ جگہ دی ہے کہ کوئی مصرع نہ تو بے وزن ہونے پایا ہے اور نہ ہی مفہوم کی ادائیگی میں کسی طرح کی کمی کا احساس ہوتا ہے ۔ ذیل میں نمونے کے طور پر کچھ اشعار نقل کیے جارہے ہیں۔

عمل کا کھاتا جو دیکھا لکھا تھا "نو بیلنس"
مری نجات کی امید آخری ہیں آپ

جو محبوب خدا ہیں ان کی امت میں ہیں ہم شامل
ہمیں سب امتوں پر ہے اسی "آدھار" پر ترجیح

تسلیم کررہاہوں کہ سنسار ہے وسیع
سنسار سے بھی رحمتِ سرکار ہے وسیع

درود جب کہ کنجی سبھی مرادوں کی
حسنؔ کو کیوں نہ بنائے "سپھل" درود شریف

بیواؤں کو وقار سے جینے کا حق دیا
آقا نے ایک بیوہ کو لے کر "وِوَاہ" میں

مرے رو بہ رو ہو روضہ ہو زباں پہ نعتِ سرور
یہ حسیں ترین لمحہ بھی "کبھی کبھار" آئے

مرے آقا کی وہ سندر چھوی ہے
خدائی کیا خدا کو بھاگئی ہے

ان اشعار میں نوبیلنس (انگلش) اور آدھار، سنسار، سپھل، وواہ، کبھی کبھار اور سندر چھوی، ہندی زبان کے الفاظ ہیں مگر شاعر نے جس خوبصورتی کے ساتھ اردو ادب کی چادر میں ہندی اور انگریزی کا پیوند لگایا ہے وہ صرف قابل تعریف ہی نہیں بلکہ نعتیہ ادب میں ایک خوبصورت اضافے کا بھی احساس دلاتا ہے۔

حضور اُس کو اٹھائیں جو اوفتادہ ہے
اُسے سوار کرائیں جو پا پیادہ ہے

عدالتِ نبوی میں یہ فرق ناممکن
کہ یہ گدا کا ہے بیٹا وہ شاہ زادہ ہے

مرے حضور کی موجودگی کا ہے صدقہ
وجود کی یہ عمارت جو ایستادہ ہے

ان اشعار میں اوفتادہ، پاپیادہ، شاہزادہ اور ایستادہ فارسی زبان کے الفاظ ہیں جسے انھوں نے اردو شاعری میں موتی کی لڑیوں کی طرح اس طرح پرو دیا ہے کہ غیریت کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے۔

ہے ظاہر "اُدْنُ مِنّی"اور جواب "لَنْ تَرَانی" سے
کہ دی آقا کو رب نے طالب دیدار پر ترجیح

کیوں ادھوری پڑھ رہا ہے آیت "قُل اِنَّمَا"
پڑھ کے تو "یُوحیٰ اِلَیَّ" مرکز انوار ڈھونڈ

وہ روضۂ سرکار ہے اب ہوش میں آجاؤ تم
یہ بارگاہ ناز ہے "لَاتَرْفَعُوْاَصْوَاتَکُمْ"

وہ نور حق نور خدا مثل بشر کیوں کر ہوا
قرآن کو دیکھو ذراارشاد ہے"قَدْجَاءَکُمْ"

گر چاہتے ہو لطف رب نازل ہو تم پہ روزوشب
اے اہل ایماں بادب "صَلُّوْ عَلیٰ مَحْبُوْبِکُمْ"

کیا کہہ رہے ہو ان کو تم یہ پوچھنا مقصود ہے
باقی تو بس تمہید ہے"مَن رَّبُّکُمْ مَا دِیْنُکُمْ"

دلیل اس کی ہے" خیرلَّکَ مِنَ الاُوْلیٰ"
نہیں عروج محمد کی انتہا کوئی

ان کے علم پاک کی دیتے نہ یوں گندی مثال
حکم داور "لَاتَقُوْلُوارَاعِنَا" گر دیکھتے

"رَبِّ هَبْ لِی اُمَّتِیْ " کس نے کہا وقت ظہور
"اُمَّتی" ہے حشر میں جس کی زباں پر کون ہے

گفتگو کرنے سے پہلے مصطفیٰ کے علم پر
سلسلہ افکار کا مضمون "مَااَوحیٰ" سے جوڑ

وہ حد علم پیغمبر بتانا بھول جائیں گے
جو"مَااَوحیٰ " کی آیت میں چھپے اسرار کو دیکھیں

وہ جن کے رستے میں دشمنوں نے حسنؔ بچھائے ہیں روز کانٹے
لبوں پہ ان کے اَنَالَهَا" کا گلاب ہوگا بروز محشر

وسیلۂ نجات کے شاعر حسنؔ آلہ آبادی بنیادی طور پر عالم دین ہیں۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نمائندہ فارغین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہ محقق بھی ہیں اورآیات قرآنی اور احادیث نبوی کے اسرار ورموز سے بھی واقف ہیں۔ اس لیے ان کی نعتوں میں مضمون کی سطح پر علمی گہرائی نظر آتی ہے۔ مصرعوں میں جس روانی سے انھوں نے قرآن واحادیث سے استفادہ کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان وداب سے ان کی وابستگی عارضی نہیں بلکہ بحیثیت خطیب اپنی باتوں کو قرآن واحادیث سے مزین کرنے کی ان کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ انھوں نے اپنے اشعار میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی کو جس خوبصورتی کے ساتھ اردو شاعری میں استعمال کیا ہے وہ ایک عالم دین ہی کے شاعرانہ کمال کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اور کمال یہ بھی ہے ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے ذریعے شاعر نے سرکار دوعالم ﷺ کی عظمت وفضیلت کو ثابت کرکے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اصل نعتیہ شاعری تو

وہی ہے جس کا سرا قرآن واحادیث سے ملتا ہو اور یہ واضح ہو سکے کہ خلق خداوندی میں بعد خدا اگر کسی کو برتری حاصل ہے تو وہ صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے۔ تمام نعت گو شعرا نے اسی بات کو مختلف پیرایۂ بیان کے ذریعہ بارگاہ رسالت ﷺ میں اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا خراج پیش کیا ہے۔

"وسیلۂ نجات" کے شاعر حسنؔ الہ آبادی چوں کہ اس مذہبی افکار کے حامل ہیں جن کی آبیاری ہندوستان کی سرزمین پر امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان ، ان کے خانوادہ اور خلفاء وجانشین نے کی ہے۔ اس لیے انھوں نے ان تمام گستاخانہ عقائد کو سرے سے خارج قرار دیا ہے۔ جس سے شان رسالت مآب ﷺ میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کا شائبہ ہوتا ہے "نبی کا علم زیادہ ہے یا شیطان کا" یہ ایسی گستاخانہ فکر ہے جس پر مسلمانوں کی ایک جماعت کے مذہبی افکار کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ قرآن تو نبی کو "وعلمک مالم تکن تعلم " اور "ماھو علی الغیب بضنین" جیسے الفاظ سے مخاطب کرے۔ اور کچھ لوگ اس بات پر بضد ہیں کہ شیطان کا علم زیادہ تھا اگر اس قسم کا عقیدہ رکھنے والوں سے شاعر حسنؔ الہ آبادی نے مناظرانہ لب ولہجے میں گفتگو کی ہے تو کیا برا کیا ہے ؟۔

کیا کہا؟ ابلیس کو آقا سے زیادہ علم ہے
کس کو کس پر برتری دی تونے ناہنجار سوچ؟

اور اسی لیے انھوں نے ایک دوسرے مقام پر کھل کر ایسے عقیدہ رکھنے والوں کو باطل قرار دیا ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کے علم کے تئیں، اکابر علماے کرام ومشائخ عظام کے علاوہ قرآن وحدیث سے جو ثابت ہے، اس پر نہ صرف ثابت قدم رہنے بلکہ اس کا برملا اظہار کا بھی حکم دیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

دب کر نہیں خم ٹھونک کر اے سنیو! بولو
گستاخ رسالت کا عقیدہ ہے سبو تاژ

یہ واضح رہے کہ نعت گوئی میں اظہار عقیدہ، نعت گوئی کے فن سے حق المقدور عہدہ برآ ہونے میں کامیابی پانے کے مترادف ہے۔ اور اس کا حسن یہ ہے کہ سامع پر اس عقیدے کا ایسا اثر مرتب ہو کہ سامع و قاری متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اور وہی آرزوئیں اور تمنائیں جن سے شاعر دوچار ہوا ہے وہی آرزوئیں اور تمنائیں سامع و قاری کے دل میں بھی مچلنے لگیں۔ یہ خوبی حسنؔ الہ آبادی کی شاعری میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ اور اس کے لیے جو انھوں نے انداز بیان اختیار کیا ہے اس میں حقیقت نگاری کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

علمائے اہل سنت کا نظریہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نور سے جو پہلی مخلوق کو وجود بخشا وہ نور محمدی ﷺ ہے۔ پھر تمام کائنات کو اسی نور سے آراستہ کیا۔ جب حضرت آدم کی تخلیق ہوئی تو نور مصطفیٰ ﷺ سے ان کی پیشانی کو مزین کیا گیا۔ جس کے باعث انھیں مسجود ملائکہ کا اہل سمجھا گیا۔ جس کی طرف شاعر نے اس طرح اشارہ کیا ہے۔

مسجود بن گئے وہ ملائک کے کس طرح؟
آدم سے پوچھو عظمتِ نور نبی کا راز

علمائے اہل سنت کا مشہور عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی شفیع المذنبین ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کو جب جنت سے زلت کی بنیاد پر آرائش دنیا کے لیے دنیا میں بھیجا گیا، تو حضرت آدم علیہ السلام آپ ہی کا نام لے کر اللہ رب العزت سے معافی کے خواستگار ہوئے تھے۔ اور وہ صرف اس لیے کہ ہمارے نبی ﷺ محبوب خدا ہیں۔ درج ذیل شعر میں یہی بات کہی گئی ہے۔

ما و شما کی بات تو جانے ہی دیجیے
نبیوں کو بھی حسنؔ ہے ضرورت رسول کی

اہل سنت کا ایک یہ بھی مشہور عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی غیب داں ہیں۔ اپنے امتیوں کے وہ ہر پل کی خبر رکھتے ہیں۔ ہمیں کس چیز کی حاجت ہے، یہ بھی ہمارے نبی کو معلوم ہے۔ اور کل کیا ہونے والا ہے اس کی بھی خبر انھیں رہتی ہے۔ درج ذیل اشعار میں یہ دونوں عقیدے کس قدر واضح ہیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہیں رسول اللہ میری حاجتوں سے باخبر
ان کے در پر مجھ کو عرض مدعا سے کیا غرض؟

یہ ہے بو جہل کا مقتل،یہاں عتبہ مرے گا کل
نبی نے بدر کے میدان میں نقشے بنائے تھے

یہ پوری دنیا جانتی ہے کہ دنیا میں نہ جانے کتنے مصلح آئے۔ اور اپنی مذہبی قیادت ور ہنمائی کا اعلان کیا۔ مگر کل نفس ذائقۃ الموت کا مزہ چکھنے کے بعد ان کی سیرت وکردار سے ہم نابلد ہو جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف جب ہم اپنے مصلح اعظم، نبی اکرم ﷺ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں، تو صحابۂ کرام نے اپنے پیارے رسول کے قیام وقعود، نشست وبرخاشت، خورد ونوش، سفر وحضر، خانگی معاملات، ہر چیز یعنی پیدائش سے لے کر سفر آخرت تک کے ہر لمحۂ حیات کو محفوظ کر لیا۔ کیوں کہ " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے لیے یہ ضروری تھا۔ تا کہ ہر قوم ہر قبیلے، ہر پیشے کے لوگ اپنے لیے اپنی نبی کو ماڈل بنا سکیں۔ جس کی طرف شاعر نے اس طرح اشارہ کیا ہے۔

حیات ان کی نمونہ ہے ہر بشر کے لیے
اسی لیے تو نبی کی ہے ہر ادا محفوظ

مشہور حدیث ہے " انما انا قاسم واللہ یعطی " اللہ دیتا ہے میں تقسیم کرتا ہوں اس میں کسی چیز کی تخصیص نہیں۔ بس خدا جانے اور محبوب خدا جانے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے، روز اول سے جس پر عمل جاری ہے۔ کوئی بھی منگتا ان کے در سے خالی نہیں جاتا ہے۔ بیشتر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اس پر شاہد ہیں، اس نظام قدرت پر بھی اللہ کے کچھ بندوں کو اعتراض ہے۔ اور وہ نبی کے واسطے کے بغیر براہ راست سب کچھ خدا سے لینا چاہتے ہیں۔ اسی لیے شاعر نے متنبہ کیا ہے۔ جو لوگ ایسا سوچتے ہیں وہ کار عبث میں مبتلا ہیں۔

دے کے کوثر انھیں اللہ نے یہ فرمایا
کچھ جھڑکنا نہ کسی کو نہ ہی "لالا" کرنا

ہر چیز دوجہاں کی خدا کی عطا سے ہے
میرے نبی کے دائرۂ اختیار میں

اس سخی داتا کے درپر سائلو آؤ چلیں
سائلان در سے جو ہرگز کبھی "لا"نا کریں

نعمت خدا کی بٹتی ہے دست رسول سے
لے لے براہ راست کسی میں یہ دم نہیں

ہمارے نبی تلمیذ الرحمان ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے "الرحمٰن علم القرآن" دنیا میں ان کا نہ کوئی حقیقی استاد ہے نہ مجازی۔کسی شاعر نے سچ کہا ہے کہ:

تعلیم جبرئیل امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

اس واضح حقیقت کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیم دار العلوم دیوبند میں ہوئی جیسا کتب دیا بنہ میں لکھا ہوا ہے کس قدر جہالت اور نادانی پر منحصر ہے۔حسن آلہ آبادی نے اس تعلق سے اپنا عقیدہ دوٹوک لفظوں میں اس طرح سنادیا ہے۔

نہیں ہے کوئی معلم نبی کا دنیا میں
خدا کی بارگہِ ناز سے پڑھے ہیں رسول

حضرت نبی اکرم ﷺ کے تعلق سے جو اس قسم کا گستاخانہ عقیدہ رکھتے ہیں۔خواہ وہ محبوب خدا کے بغض وعناد میں یا کسی سعودی ریال کی لالچ میں، توانھوں نے واضح لفظوں میں

اپنی شاعری کی زبان میں فرمادیا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے جہنم کے علاوہ کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں ہے۔

بغض سرکار سے نجدی ابھی باز آ ورنہ
تجھ کو لے جائے گی دوزخ میں تری نادانی

ہمارے نبی ﷺ ہم پر اس قدر مہربان ہیں کہ وہ ہماری قبر میں بھی ہماری دستگیری کے لیے تشریف لائیں گے۔ یہ علمائے اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ منکر نکیر جو قبر میں سوال کرتے ہیں اس میں آخری سوال آپ کی ہی ذات اقدس کی معرفت کے تعلق سے ہوتا ہے۔ جس پر پہلے اور دوسرے دونوں سوالوں کی کامیابی کا انحصار ہوتا ہے۔

بتادے جو بھی نکیرین کو کہ کون ہیں یہ
عذاب قبر سے سمجھو وہ ہو گیا محفوظ

حسنؔ الہ آبادی نے اپنی نعتیہ شاعری میں تلمیحات کے علاوہ اردو ادب کے محاورات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ شاعری کا لبادہ پہنایا ہے۔ جس کی بنیاد پر شعر کے حسن میں بالیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ خوشیوں سے گھی کے چراغ جلانا، چوکھا رنگ ہونا، جیسے محاورے عام طور بولے جاتے ہیں "وسیلۂ نجات" کے شاعر نے اس محاورے کو کس خوبصورتی کے ساتھ نبھایا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

شب ولادت سرکار میں مسلمانو!
جلاؤ اپنے گھروں میں خوشی سے گھی کے چراغ

ذکر چھڑا ان کی عظمت کا لو محفل پر چھایا رنگ
رنگ نبی کی مدحت کا ہے سب رنگوں میں چوکھا رنگ

حسنؔ آلہ آبادی نے صرف اپنی عاقبت سنوارنے کی بات نہیں کی ہے۔ بلکہ تمام انسانوں کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ یہ دنیا کی رنگینیاں جس میں تم پڑے ہوئے ہو اس سے کچھ ہونے والا نہیں۔ یہ سب چیزیں یہیں دھری کی دھری رہ جائیں گی لہٰذا:

دنیاوی خواہشات کے چکر میں مت پڑو
سب کچھ ملا حضور کا گر نقش پا ملا

یہ تمام شعرا کا دستور رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اوصاف و کمالات کا بھرپور اظہار کرنے کے بعد اخیر میں ہر شاعر نے اپنی بے بسی اور عجز و درماندگی پر اپنی گفتگو ختم کی ہے ۔خواہ وہ شیخ سعدی ہوں یا مولانا جامی ۔ عہد حاضر کے ڈاکٹر اقبال ہوں یا رضا بریلوی۔ سب نے ہی وصف شان رسالت بیان کرنے میں اپنی عاجزی و درماندگی کا اظہار کیا ہے۔ حسنؔ آلہ آبادی کا تعلق بھی شعرا کے اسی قبیل سے ہے۔ لہٰذا وہ بھی تمام حروف تہجی میں نعتیہ اشعار کہنے کے باوجود بھی اس کا اعتراف بغیر نہ رہ سکے:

حسنؔ میں نعت نبی اس پہ ختم کرتا ہوں
خدا کے بعد ہر اک ذات سے بڑے ہیں رسول

لیکن چلتے چلتے شاعر نے یہ بھی بتادیا ہے کہ اردو ادب کی مشکل ترین صنف میں زور آزمائی کا مقصد نہ حصول زر ہے اور نہ ہی شہرت و عزت ۔ بلکہ ایک امتی ہونے کے ناطے میری شاعرانہ کاوشوں کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہوسکے میں اپنے نبی کی عظمتوں کا اظہار کرکے اپنی عاقبت سنوار سکوں۔ اور اپنا مقدر بنا سکوں۔ اس کے علاوہ میری شاعری کا کوئی مقصد نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

حبیب کبریا کی نعت لکھ کر
مقدر میں بنانا چاہتا ہوں

ہر ایک شعر سے ان کا کمال ظاہر ہے
حسنؔ یہی ہے مری پوری شاعری کا شرف

عہد حاضر کے دینی مزاج رکھنے والے شعرا میں مدحت رسول کا مضمون باندھنے والے شاعروں کی کمی نہیں ہے۔ مگر عشق رسالت کی جو تڑپ اور محبت رسول کی جو جھلک حسنؔ آلہ آبادی کی شاعری میں ہمیں نظر آتی ہے، وہ دوسروں کے یہاں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی ہے۔ اگر کہیں ملتی بھی ہے تو صرف بعض اشعار میں مگر جستہ جستہ جس طرح ہم نے حسنؔ آلہ آبادی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کی زبان کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی "ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر" کا اہتمام کرتے ہوئے مدحت رسول میں عطر بیزی کرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ اس طرح میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ شاعر حسنؔ الہ آبادی کا ایک دو شعر یا ایک دو نعت ہی نہیں بلکہ پورا دیوان "وسیلۂ نجات" رسول اکرم ﷺ سے والہانہ عشق و محبت کا آئینہ دار ہے۔

وسیلۂ نجات کے شاعر حسنؔ آلہ آبادی عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ بزرگان دین اور مشائخ عظام سے بھی بھرپور عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لیے الحمد للہ میرے مطالعے کی حد تک ان کی پوری شاعری شراب و کباب، زلف و کاکل، حسن و عشق، ناز و ادا، چنگ و رباب، تیر و نشتر اور وعدہ و وعید جیسے الفاظ سے یکسر عاری ہے۔ عظمت رسالت کے لیے جن الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے وہ صرف آرائش بیان کے لیے نہیں، بلکہ اس میں والہانہ عشق کا ایسا الاؤ ہے، جس میں شاعر کا دل تپ کر کندن بن گیا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو حسنؔ آلہ آبادی کو

دوسرے معاصر شعرا سے ممتاز کرتا ہے میں "وسیلۂ نجات" کے شاعر کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔ اور مستقبل میں اس قسم کے ادبی شہ پاروں کی مزید امید رکھتا ہوں۔ بلا شبہ "وسیلۂ نجات" آنکھوں سے لگانے اور قلب و روح کو گرمانے والا نعتیہ مجموعہ ہے جس کی پذیرائی اور اعتراف ضروری ہے۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

تجلیاتِ حسنؔ الہ آبادی

غلام ربانی شرفؔ نظامی

ایم-اے اردو، سال اول، الہ آباد یونیورسیٹی، الہ آباد

استاذی الکریم و استاذ الاساتذہ حضرت مولانا الحاج مفتی محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی مدظلہ العالی ایک متبحر عالم دین، مایۂ ناز خطیب، مثالی مدرس، دیدہ ور محقق، باشعور قائد، اور ایک بلند خیال خوش فکر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ دارالافتا مرکز علم وادب دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد کے صدر مفتی و نائب قاضیِ شہر الہ آباد بھی ہیں، جن کی شخصیت الہ آباد اوراس کے اطراف میں خصوصاً علما اور عوام کے مابین یکساں طور پر مقبول ہے، جب کہ پورے ملک میں آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان اور سنجیدہ خطیب کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ پیش ہیں اُن کی زندگی کے قدرے تفصیلی حالات۔

پیدائش

اتر پردیش کے ضلع سون بھدر اور چھتیس گڑھ کے ضلع بلرام پور سے متّصل ریاستِ جھارکھنڈ کا ایک ضلع ہے "گڑھوا" جو اپنے ہم نام ضلع کا صدر مقام بھی ہے۔ گڑھوا سے ۳۵ کلو میٹر کے فاصلے پر ایک آبادی "رارو" کے نام سے معروف ہے موصوف کی پیدائش یہیں پر ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۵۸ء بروز چہار شنبہ بوقت دس بجے صبح ہوئی۔

خاندانی حالات

موصوف کے داداجان جناب چراغ علی صاحب قادری عرف تالو میاں مرحوم ایک نیک، پرہیز گار انسان تھے اور عارف باللہ شاہ نورالھدیٰ گیاوی علیہ الرحمہ سے شرفِ بیعت رکھتے تھے، مرشدِ گرامی نے آپ کو خِلافت واجازت سے بھی نوازا تھا۔

آپ کے والدِ گرامی الحاج مولوی احمد علی قادری صاحب مرحوم اپنے گاؤں اور اطراف وجوانب میں "مولوی" صاحب کے نام سے جانے جاتے تھے۔ جن کی آواز بڑی

شیریں تھی ،شاندار میلاد خواں بھی تھے۔ امام احمد رضا محدِث بریلوی اور ان کے بھائی حضرت حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کا کلام بڑے والہانہ انداز میں پڑھتے تھے۔ گاؤں کی مسجد کے لیے انھوں نے ہی زمین وقف کی تھی۔ نمازِ پنجگانہ سمیت عید وبقر عید کی امامت بھی وہی کرتے تھے۔ایک بار پانچ سال کے لیے اپنی پنچایت کے مکھیا بھی منتخب ہوئے۔عارف باللہ شاہ نورالھدیٰ علیہ الرحمہ کے جانشین سراجِ ملت حضرت علامہ شاہ سراج الھدیٰ مصباحی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔

۱۴۱۱ ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں فریضۂ حجِ بیت اللہ کی ادائگی سے سبک دوش ہوئے اور ۸ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ ھ مطابق ۱۸، مارچ ۱۹۹۷ ء بروزِ سہ شنبہ ان کا وصال ہوا۔ جنازے کی نماز میں اَطراف وجوانب کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی اور خود استاد محترم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تعلیم

موصوف نے قرآن کریم ناظرہ اور اِبتدائی اردو کی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی، شوال ۱۳۸۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۹ ء میں مدرسہ عین العلوم ، گیوال بیگہ گیا بہار میں اور شوال ۱۳۹۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۰ ءتاشعبان ۱۳۹۱ ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۲ء مدرسہ فیض الانوار ، ٹاٹی دیری ضلع گڑھوا، جھارکھنڈ میں درس نظامی کی ابتدائی کتب، فارسی آمد نامہ وغیرہ پڑھ کر شوال ۱۳۹۲ھ مطابق نومبر ۱۹۷۲ء میں ملک و ملت کی عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں آپ نے داخلہ لیا آپ کے داخلہ فارم پر حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے دستخط فرمایا تھا ۔ درجۂ اُولی سے لے کر درجۂ ثامنہ یعنی دورۂ حدیث تک کی مکمل تعلیم آپ نے اَلجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہی میں حاصل کی۔ پہلے سال درجۂ اُولیٰ اور درجۂ ثانیہ کی کتابیں ایک ساتھ پڑھیں ،اِس طرح سات سال میں آپ نے آٹھ سالہ نصاب بآسانی مکمل فرما لیا اَور یکم جمادی الاُخرۃ ۱۳۹۹ ھ مطابق ۲۸، اپریل ۱۹۷۹ء بروز شنبہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تیسرے عرس پاک کے مبارک موقع پر اول نمبر پر فراغت حاصل کی اور سند و دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

اساتذۂ کرام

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں، حافظِ ملت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ {آپ سے شرح جامی بحث حرف کے چار اَسباق پڑھے } بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ، شیخ الاَدب حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی

علیہ الرحمہ ، محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ، حضرت علامہ عبد اللہ خان صاحب قبلہ عزیزی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ حافظ عبد الشکور صاحب قبلہ پلاموی دام ظلہ، حضرت مولانا علی احمد صاحب قبلہ مبارک پوری علیہ الرحمہ، نصیرِ ملت حضرت علامہ محمد نصیر الدین صاحب قبلہ عزیزی دام ظلہ۔ حضرت مولانا اسرار احمد خان صاحب قبلہ اعظمی دام ظلہ ، حضرت علامہ یٰسین اختر صاحب قبلہ مصباحی دام ظلہ، حضرت علامہ اِفتخار احمد صاحب قبلہ گھوسوی دام ظلہ ، حضرت علامہ محمد شمس الحق صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ۔

فیضان حضور حافظ ملت

ایک موقعے پر استاذ گرامی نے راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ "مبارک پور میں چوں کہ میری رہائش پرانے مدرسے کی اُسی عمارت میں تھی جہاں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ رہائش پذیر تھے اِس لیے لگاتار چار سال تک اُن کی خدمت کرنے اور ان کی خصوصی دعائیں لینے کا سنہرا موقع بھی ناچیز کو ملا ہے۔"

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی خدمت اور ان کی نگاہ کیمیا اثر کا فیضان ہے کہ استاذ محترم زندگی کے ہر میدان میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اور عوام و خواص میں یکساں طور پر مقبول ہیں۔

شرف بیعت

استاد گرامی جن دنوں الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ، میں زیر تعلیم تھے انھیں ایام میں ایک بار بریلی شریف حاضری کا اتفاق ہوا اور وہاں رضوی مہمان خانے میں ایک ہفتہ قیام کی سعادت بھی ملی۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتیٔ اعظمِ ہند علیہ الرحمہ اس زمانے میں علیل چل رہے تھے اور سلسلۂ سفر بند تھا۔ روزانہ ملک اور بیرون ملک سے عقیدت مندوں کا ہجوم آتا تھا اور شرفِ بیعت سے سرفراز ہو کر لوٹتا تھا اسی زمانے میں محترم موصوف کو بھی ان کے دامنِ کرم سے وابستہ ہونے کی سعادت ملی۔

اسناد اور ڈگریاں

فاضل علوم اسلامیہ ازالجامعۃالاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ مولوی، عالم، فاضل معقولات اور فاضل عربی ادب از الہ آباد عربی فارسی بورڈ۔ ایم اے { عربی } از پٹنہ یونیورسیٹی پٹنہ۔

النکاح من سنتی

تعلیم سے فراغت کے دوسرے سال ۲۶ جُمادی الاُخرۃ ۱۴۰۱ھ مطابق یکم مئی ۱۹۸۱ء جمعہ کو محترم جناب محمد صدیق صاحب شمسی قادری ساکن ٹاٹی دیری ضلع گڑھوا، جھارکھنڈ کی دوسری صاحب زادی سے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ یہ نکاح آپ کے استاذِ گرامی نصیر ملت حضرت علامہ محمد نصیرالدین صاحب قبلہ عزیزی مدظلہ العالی نے پڑھایا جو آپ کے خسر محترم کے چچازاد بھائی ہیں۔

تدریسی مراحل

شوال ۱۴۰۰ھ مطابق اگست ۱۹۸۰ء سے لےکر شعبان ۱۴۰۱ھ مطابق جون ۱۹۸۱ء تک آپ نے مدرسہ غوثیہ رضویہ حاجی نگر اورنگ آباد بہار میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

شوال ۱۴۰۱ھ مطابق اگست ۱۹۸۱ء میں آستانۂ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف کے صاحبِ سجادہ حضور محمد میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے حکم پر آپ بہ غرض تدریس جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف حاضر ہوئے اور تقریبًا ایک سال تک آپ نے یہاں تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔ اس سے پہلے بھی عارضی طور پر چند مہینوں کے لیے آپ یہاں بہ حیثیت استاذ تشریف لائے تھے اور صاحب سجادہ آپ کی کارکردگی سے مطمئن تھے۔

پھر سال بھر کے بعد شوال ۱۴۰۲ھ مطابق جولائی ۱۹۸۲ء میں آپ مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق مئی ۱۹۸۳ء تک درجۂ عالمیت کے بچوں کو تعلیم دیتے رہے۔

شوال ۱۴۰۳ھ مطابق جولائی ۱۹۸۳ء میں مدرسہ حنفیہ سنیہ اسلام پورہ مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبد الحئ صاحب نسیم القادری مبارک پور آئے- تب حضور والا خیرآباد چھوڑ چکے تھے اَور جگہ کی تلاش میں مبارک پور میں موجود تھے -انھیں اَپنے اِدارے کے لیے ایک لائق فائق مدرس کی ضرورت تھی۔ بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے محترم استاذِگرامی کو منتخب فرمایا اَور مولانا موصوف آپ کو مبارک پور سے اَپنے ادارے لے گئے، جہاں شعبان ۱۴۰۵ھ مطابق مئی ۱۹۸۵ء تک مسلسل دوسال تک تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرتے رہے۔ اس دوران، محلہ اسلام پورہ کی اکھاڑے والی مسجد میں بعد نمازِ مغرب روزانہ دَرس قرآن کا سلسلہ بھی شروع فرمایا جو کافی دِنوں تک جاری رَہا اَور عوام میں اِس پروگرام کی خاصی مقبولیت رَہی۔

ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار میں بحیثیت نائب مفتی

موصوف کو ۱۹۸۵ء کی شروعات میں کسی کام سے بہار کی راجدھانی پٹنہ آنے کا اتفاق ہوا، جماعت کے معروف خطیب ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب سے یہاں موصوف کی ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب اِن دنوں اِدارۂ شرعیہ بہار واڑیسہ کے ناظِم اعلیٰ تھے اَور اس وقت ادارۂ شرعیہ کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالواجد صاحب قادری علیہ الرحمہ مستعفی ہو چکے تھے ۔ مفتی کی جگہ خالی تھی ڈاکٹر صاحب بہ ضد ہوگئے کہ آپ مالیگاؤں چھوڑ دیں اَور یہاں نائب مفتی کی جگہ سنبھال لیں۔ ان دنوں ، یادگار اسلاف ، حضرت مولانا فضلِ کریم صاحب قبلہ علیہ الرحمہ صدر دَارالقضا تھے اَور صدر مفتی کی ذمہ داریاں بھی سنبھال رہے تھے۔ جبکہ حضور والا مالیگاؤں میں اطمینان و سکون کی زندگی گزار رہے تھے اور جگہ چھوڑنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا، مگر ڈاکٹر صاحب کے اصرار اور اِس لالچ کے سبب کہ قاضی صاحب قبلہ موصوف سے اِس شعبے میں بھی کچھ سیکھنے کو مل جائے گا آپ نے حامی بھر لی اَور شوال ۱۴۰۵ھ مطابق جون ۱۹۸۵ ء میں اِدارۂ شرعیہ بہار آگئے ۔ جہاں آپ یکسوئی کے ساتھ نائب مفتی کی حیثیت سے فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ قیام پٹنہ ہی کے دوران آپ نے پٹنہ یونیورسٹی سے عربی زبان واَدب میں ایم اے کا امتحان دے کر اعلیٰ درجے سے کامیابی حاصل کی۔

انتخاب خطیب مشرق اور دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد میں آمد

مرکزِ علم واَدب دَارالعلوم غریب نوازالہ آباد کے بانی ، پاسبان ملت خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے شعبان ۱۴۰۶ ھ مطابق اپریل ۱۹۸۶ ء میں ڈَاکٹر حسن رضا خان صاحب کو ایک خط لکھا کہ "مولوی مجاہد حسین کو تدریس کے لیے میرے اِدارے میں بھیج دو" اس کے بعد جو ہوا وہ خود استاد گرامی کی زبانی سنیے:

> "ادارۂ شرعیہ میں فتویٰ نویسی میں ویسے بھی میرا جی نہیں لگ رہا تھا مگر پھر بھی ایک سال تک حضرت مفتی فضل کریم علیہ الرحمہ کی صحبتِ خاص میں رہ کر اپنی ذمے داری کو بحسن و خوبی انجام دیتا رہا بعدہ حضرت خطیب مشرق علیہ الرحمہ نے میرا انتخاب فرمایا جب مجھے ایک معیاری درسگاہ میں تدریس کی طرف پلٹنے کا سنہرا موقع ملا تو میں نے غنیمت سمجھا اَور فتویٰ نویسی کی اہم ذمے داری سے سبکدوش ہو کر شوال ۱۴۰۶ ھ 50
>
> مطابق جولائی ۱۹۸۶ ء میں دَارالعلوم غریب نوازِ الہ آباد آگیا۔"

بہ حیثیت صدر مفتی دارالعلوم غریب نوازالہ آباد

شفیق ملت حضرت علامہ مفتی شفیق احمد صاحب شریفی ، سابق صدر شعبۂ افتا، و پرنسپل دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد استاذ گرامی کی صلاحیتوں سے متأثر تھے اور آپ کی خواہش تھی کہ میرے بعد افتا سے متعلق ساری ذمے داریاں وہ قبول کرلیں ۔آپ کی سبک دوشی کے بعد انتظامیہ اور علماے غریب نواز نے یہ اہم ذمے داری آپ کو سونپ دی اور نہ چاہتے ہوئے بھی یہ ذمے داری آپ کو قبول کرنی پڑی۔

بحیثت صدر "تنظیم اصلاح معاشرہ" الہ آباد

شہر الہ آباد میں مثبت طور پر دین وسنیت کے فروغ واشاعت، عامۃ المسلمین کے ایمان وعقائدکی حفاظت اور معاشرے کی اصلاح کے لیے ،ماسٹر سید شاہد حسین حبیبی اور جناب اعجاز احمد خان اعظمی کی تحریک پر چند باشعور لوگوں نے ایک تنظیم بنام "تنظیم اصلاح معاشرہ " کی تشکیل کی۔اورکچھ دنوں کے بعداس کی صدارت کی ذمے داری استاذ گرامی کو سونپ دی۔ یہ ایک رجسٹرڈ تنظیم ہے۔اس تنظیم کی جانب سے جماعتی ضرورت کے مطابق مختلف موضوعات پر ہینڈ بل اور کتابچوں کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ تنظیم کے مرکزی دفتر میں ہفتہ وار اور شہر کی متعدّد مسجدوں میں ماہانہ درس قرآن کا بھی نظم کیا گیا ہے۔ سال میں ایک بار تین روزہ اجلاس کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے ۔یہ جلسہ اپنی جماعت کی روایت سے ہٹ کر بعد نماز عشاء فوراً شروع ہوجاتا ہے اور دعا سلام سمیت ایک بجے شب میں ختم ہوجاتا ہے،اس بیچ تین تفصیلی تقریریں ہوجاتی ہیں، ہر تقریر سے پہلے نعت پاک کے کچھ اشعار تبرکاً پڑھے جاتے ہیں۔تقریریں پہلے سے طے شدہ عناوین پر ہوتی ہیں۔عناوین عموماً تین طرح کے ہوتے ہیں ۔ایک عقیدے سے متعلق دوسرا اعمال سے متعلق اور تیسرا بر وقت سلگتے ہوئے کسی مسئلے سے متعلق۔ان جلسوں میں تقریباً ۷ سالوں سے استاذ محترم مختلف طے شدہ عناوین پر کم از کم دو تقریریں ضرور کرتے ہیں اور اپنے عنوان کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔اس اجلاس کے سامعین میں بیشتر تعداد پڑھے لکھے لوگوں کی ہوتی ہے۔

بہ حیثیت سرپرست "رضائے مصطفیٰ خدمتِ حجاج کمیٹی " الہ آباد

استاد گرامی کی ایک دوسری رجسٹرڈ تنظیم "رضائے مصطفیٰ خدمت حجاج کمیٹی" ہے۔ضلع الہ آباد سے ہر سال قریب پانچ سے چھ سو کے درمیان عازمین حج، سفرحج پر روانہ ہوتے ہیں۔جن میں آج بھی بڑی تعداد اہل سنت وجماعت کی ہوتی ہے۔اس تنظیم کی جانب سے

عازمین کو تربیتی کیمپ لگا کر تین بار حج کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، اُن کی ضیافت کا معقول نظم کیا جاتا ہے اور فارم کی خانہ پری سے لے کر سفرحج کے لیے روانگی تک ہر قدم پر ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ چند سال پہلے تک اپنی جماعت میں اس طرح کا کوئی نظم نہیں تھا، جس کے سبب اپنے لوگ بھی دوسروں کے کیمپ میں جانے پر مجبور تھے۔ استاذ محترم نے اس جماعتی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کمیٹی کی تشکیل کی۔اِس تنظیم کی آفس نوراللہ روڈ، پر واقع عالی شان گیسٹ ہاؤس "شگن پیلس" میں ہے۔جناب شاہد کمال خان صاحب جس کے مالک ہیں اور وہی اس کمیٹی کے سکریٹری جنرل بھی۔ حضور والا اس تنظیم کے سرپرستِ اعلیٰ ہیں وہیں عازمین کی عملی تربیت کا ذمہ بھی آپ ہی کے سر ہے۔

حج وزیارت

حرمین شریفین کی حاضری اور فریضۂ حج کی ادائیگی دونوں جہان کی برکتوں اور سعادتوں کا ذریعہ ہے حضرت استاد گرامی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں پہلی بار اور ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۴ء میں دوسری بار اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

نائب قاضیِ شہر الہ آباد کا عہدہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ "ضلع الہ آباد" کے عوام اہلسنت کے درمیان حضور والا اپنی خداداد علمی لیاقت اور پر کشش خطابت کی بنا پر کافی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ مرجع عوام و خواص ہیں۔ لوگ اپنے الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور آپ ان کا شرعی حل پیش کر دیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جب اپنی علالت کے سبب سابق شہر قاضی قاری سید مقبول حسین صاحب قبلہ حبیبی نے اپنی جگہ قاضی شہر کی تقرری کے لیے میٹنگ بلانے کی تجویز رکھی اور یہ میٹنگ " مرکز علم وادب دارالعلوم غریب نواز " میں منعقد ہوئی جس میں الہ آباد کے علما، فضلا، خانقاہی مشائخ اور ائمۂ مساجد وغیرہ تشریف لائے تو متفقہ طور پر، شفیق ملت حضرت علامہ مفتی شفیق احمد شریفی صاحب قبلہ کو قاضی شہر، اور استاذ گرامی کو نائب قاضیِ شہر کا عہدہ تفویض کیا گیا۔تب سے لے کر اب تک اس کی منصبی ذمہ داریاں بھی آپ بہ حسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔

وعظ وخطابت

وعظ وخطابت کے میدان میں حضرت استاذ گرامی کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔آپ کی تقریر کا اسلوب نہایت ہی عمدہ، دلکش اور پر کشش ہے۔ انداز بیاں وہی ہے جو عام طور پر

درس و تدریس کا ہے۔ دوران تقریر اردو، ہندی، انگلش اور عربی جملوں کا استعمال بڑے حسین پیرائے میں کرتے ہیں۔ جس سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ دیگر علوم دینیہ کی طرح آپ مختلف زبان و ادب پر بھی خاصی گرفت رکھتے ہیں۔ مشکل سے مشکل بات کو مدلل طور پر سامعین کے دل و دماغ میں اتار دینا آپ کی خطابت کا طرۂ امتیاز ہے۔ بدمذہبوں کے رد اور اپنے مسلک کے اثبات میں آپ کی تقریریں انفرادی شان کی حامل ہوتی ہیں۔

اپنے وطن ضلع گڑھوا اور اس کے اطراف و جوانب میں بھی آپ بڑے عالم، مستند مفتی اور حالات اور ضرورت کے مطابق تقریر کرنے والے خطیب کی حیثت سے جانے جاتے ہیں۔ ۴۰ سال سے اپنے وطن میں بھی آپ کی مقبولیت برابر بنی ہوئی ہے اور آپ ضلع کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم اہل سنت تبلیغ الاسلام سمیت علاقے کے کئی ایک دینی اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

شعروشاعری

شعر و شاعری استاذ گرامی کا مستقل مشغلہ نہیں، لیکن شعر گوئی کا ذوق سلیم رکھتے ہیں اور گاہے بہ گاہے اپنی نعتیہ شاعری سے جذبۂ محبت رسول کی تسکین کا سامان فراہم کر لیتے ہیں۔ زیر نظر نعتیہ دیوان "وسیلۂ نجات" موصوف کی انھیں تدریجی کاوشوں کا حسین ثمرہ ہے۔ اس مجموعے کا علمی اور فنی معیار کیا ہے؟ اس کا اندازہ آپ نے شروع ہی میں ارباب فن کی تحریروں سے لگا لیا ہو گا۔

بات آج سے سترہ سال پہلے کی ہے۔ دیوبندی مکتب فکر سے جڑے ہوئے الہ آباد کے ایک مولانا، عبدالقدوس رومی صاحب نے، جماعت اہل سنت کے مابین صدیوں سے رائج مراسم و معمولات پر ۱۶ اشعار میں "بت پرست بنام قبر پرست" کے عنوان سے کچھ اعتراضات کیے تھے۔ استاذ محترم نے ۴۸ اشعار پر مشتمل اس کا جو دندان شکن جواب دیا ہے وہ قابل دید ہے۔ موصوف کا یہ منظوم کتابچہ "جواب آں غزل" کے نام سے ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب کی تقدیم کے ساتھ تیسری بار القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ سے شائع ہوا ہے۔

رشحات قلم

"رہنمائے حج و عمرہ" کے نام سے استاذ محترم کی، عازمین حج و عمرہ کے درمیان ایک مقبول عام تصنیف ہے جو پہلی بار گڑھوا جھارکھنڈ سے دوسری بار ہوڑہ مغربی بنگال سے اور تیسری اور چوتھی بار شہر الہ آباد سے شائع ہو چکی ہے، یہ تصنیف عازمین کے درمیان عموماً

مفت تقسیم کی جاتی ہے اور کوئی اہل خیر مفت تقسیم کے لیے لینا چاہتا ہے تو مناسب ہدیہ پر دی جاتی ہے۔

"شرح طحاوی" تیسری صدی ہجری کے ایک معروف حنفی فقیہ و مجتہد، عظیم الشان محدث کی معرکہ آرا تصنیف "شرح معانی الاٰثار" ہے جس میں مصنف نے روایت و درایت کی روشنی میں مذہب حنفی کی برتری ثابت کی ہے، اس کی اردو شرح استاذ محترم کے زیر ترتیب ہے جو خاص طور سے طلبہ کے لیے لکھی جارہی ہے۔ خدا کرے کہ وہ جلد مکمل ہو کر منظر عام پر آئے۔

معروف رفقاے درس

{۱} خطیب الہند حضرت علامہ صغیر احمد صاحب رضوی جوکھن پوری، بانی جامعہ قادریہ رچھا بریلی شریف {۲} صاحب جامع الاحادیث حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان صاحب رضوی، بانی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف {۳} صدر جمہوریہ ایوارڈ یافتہ پروفیسر ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، دہلی۔

چند معروف تلامذہ

{ ۱} حضرت مولانا سید محمد انور میاں صاحب قبلہ چشتی مہتمم جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف
{۲} حضرت مولانا مفتی محمد انفاس الحسن صاحب چشتی پرنسپل جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف
{۳} حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب برکاتی استاذ مدرسہ احسن المدارس کان پور
{۴} حضرت مولانا واعظ الدین صاحب قادری بانی و مہتمم جامعہ حبیبیہ کے آر پورم بنگلور
{۵} حضرت مولانا سالک آفاق خان صاحب رضوی بانی و مہتمم جامعہ محمدیہ، بیگور، بنگلور
{۶} حضرت مولانا سہیل احمد خان صاحب عزالی پرنسپل دارالعلوم رضویہ شاہ علیم دیوان شیموگہ کرناٹک {۷} حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب رضوی، پرنسپل مدرسہ مخدومیہ سراج العلوم کان پور {۸} خطیب الہند حضرت مولانا غلام ربانی صاحب نشتر آلہ آبادی {۹} نقیب الہند حضرت مولانا حسن رضا صاحب اطہر بکاروی {۱۰} حضرت مولانا غلام جیلانی خان صاحب ہیڈ ماسٹر جونیئر ہائی اسکول سومتیا ضلع مرزاپور {۱۱} مفتی نہال احمد قادری معین الافتا دارالعلوم غریب نوازالہ آباد {۱۲} راقم الحروف۔

غلام ربانی شرف نظامی

۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸ جولائی ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

اپنی بات

الحمدللہ ریاست جھارکھنڈ کے جس علاقے سے میرا تعلق ہے وہاں آج بھی اہل سنت وجماعت کی اور سرکار اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں کی اکثریت ہے۔ خوشی وغمی کے ہر موقعے پر جہاں ذکر میلاد کی محفلیں سجتی ہیں، نعت خوانی کا دور چلتا ہے اور اخیر میں کھڑے ہوکر بارگاہ رسول میں صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔ میرے والد گرامی الحاج مولوی احمد علی صاحب مرحوم اپنے دور کے معروف میلاد خواں تھے، حسان الہند حضرت رضاؔ بریلوی اور استاذ زمن حضرت حسنؔ بریلوی کے مجموعہ ہائے کلام حدائق بخشش اور ذوق نعت کی نعتیں والہانہ انداز میں پڑھتے تھے۔ چوں کہ میں نے اسی ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں تھیں اور میری آواز بھی بفضلہ تعالیٰ شیریں تھی اس بناپر مدرسے کی تعلیم کے دور اول سے ہی میں نے ترنم کے ساتھ نعت خوانی کی شروعات کردی تھی۔ جس سے میرے والد گرامی مرحوم بہت خوش ہوئے۔ یہ سلسلہ الجامعۃ الاشرفیہ سے درس نظامی کی تکمیل یعنی ۱۹۷۹ء تک جاری رہا۔ فراغت کے بعد جب میں نے ماحول کے تقاضوں کے مطابق تقریر کے میدان میں قدم رکھا تو ترنم سے نعت خوانی بند کردی مگر تحت اللفظ تقریر سے پہلے یہ سلسلہ جاری رہا۔

بات ۱۹۸۴ء کی ہے جب میں مدرسہ حنفیہ سنیہ مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر میں تدریسی خدمات پر مامور تھا۔ مدرسے کے اہتمام میں ایک پرنٹنگ پریس کی خریداری کے لیے رقم فراہم کرنے کے مقصد سے ایک مشاعرے کا انعقاد ہوا۔ اسی موقعے پر میں نے اپنی زندگی کا پہلا نعتیہ کلام لکھا جو مندرجہ ذیل ہے:

جو نعتِ پاک میں شیریں زبان لگتی ہے
حدیثِ پاک کی وہ ترجمان لگتی ہے
ہوا ہے فخرِ دوعالم کا اِس زمیں پہ ظہور
اسی لیے یہ زمیں آسمان لگتی ہے

وہ جس میں سیدِ کون ومکاں کا عشق نہ ہو
وہ زندگی کوئی ویراں مکان لگتی ہے
حضور آپ کی توصیف کس زباں سے کروں؟
ہر اِک زبان یہاں بے زبان لگتی ہے
جو متّصل ہے تنِ سرورِ دوعالم سے
وہ خاک عرشِ معلّٰی کی جان لگتی ہے
مزارِ مالکِ جنت ہے جلوہ بار یہاں
زمیں مدینے کی جنت نشان لگتی ہے
حیاتِ مصطفوی کی حسنؔ ہر اک ساعت
کلامِ پاک کا روشن بیان لگتی ہے

اس مشاعرے میں میری ملاقات ملک کے معروف شاعر حضرت اجمل صاحب سلطان پوری سے ہوئی۔ میں نے انھیں اپنا یہ کلام دکھایا۔ انہوں نے مطلع اور تیسرے شعر میں کچھ ترمیم کر کے صاد کر دیا اور حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ مجھے لگا کہ اگر میں کوشش کروں تو نعتیہ شاعری کر کے خدا کے محبوب کے ثنا خوانوں میں اپنا بھی نام لکھوا سکتا ہوں اور اسے اپنے حق میں وسیلۂ نجات بنا سکتا ہوں۔ جولائی ۱۹۸۶ء میں، میں پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب قبلہ نظامی علیہ الرحمہ کی طلب پر خطیب الہند ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب کے توسط سے تدریسی خدمات کے لیے دارالعلوم غریب نواز الہ آباد آ گیا۔ یہاں میری ملاقات، الہ آباد کے معروف شاعر حضرت الحاج اقبال دانشؔ صاحب سے ہوئی۔ میرے بعض احباب نے ان سے یہ کہہ دیا کہ یہ بھی نعتیہ شاعری کرتے ہیں تو وہ بولے پھر سنائیے، میری بیاض میں اب تک فقط یہی ایک نعتیہ کلام تھا جس کا اوپر ذکر ہوا، میں نے جب سنایا تو دانشؔ صاحب بھڑک گئے اور کہنے لگے کیا مذاق کر رہے ہیں؟ یہ آپ کے اشعار ہیں؟ ان اشعار میں تو بیس سال کا تجربہ جھلک رہا ہے۔ اگر آپ واقعی شاعری کرتے ہیں تو یہ لیجیے میرا ایک مصرع اور کہیے اس پر نعت تو جانوں! ان کے اس تلخ لب و لہجے سے مجھے

دکھ بھی ہوا اور خوشی بھی۔ دکھ اس لیے کہ انھوں نے مجھ سے متعلق حسن ظن نہیں رکھا اور خوشی اس لیے کہ ان کی نظر میں اشعار کا معیار میری عمر اور حیثیت سے بہت بلند تھا۔ پھر انھوں نے مجھے یہ مصرع دیاؑ

"یہ مصطفیٰ کے پاؤں ہیں یہ مصطفیٰ کے ہاتھ"

اس مصرعے کو میں نے ایک چنوتی کی شکل میں قبول کیا۔ بعد نماز عصر مجھے یہ مصرع ملا تھا، بعد نماز عشا میں نے طبع آزمائی شروع کر دی اور تھوڑی ہی دیر میں سات اشعار پر مشتمل مندرجہ ذیل کلام تیار ہو گیا:

بھیجی ہے میں نے نعتِ مقدس صبا کے ہاتھ
نعمت قبولیت کی لگے گی گدا کے ہاتھ
عرشِ بریں ہے فرش بنا اُن کے پاؤں کا
ذیشان کتنے ہوں گے شہِ انبیا کے ہاتھ
آکر گلے ملی ہے اِجابت دعا سے خود
جب جب اٹھے ہیں بہرِ دعا مصطفیٰ کے ہاتھ
مملوک یہ زمین بنے، آسماں بنے
بک جائے پہلے کوئی شہِ دوسرا کے ہاتھ
اٹھیں جلال سے تو زمانہ لرز پڑے
سب فیضیاب ہوں جو بڑھائیں عطا کے ہاتھ
دیتا تو سب خدا ہے مگر اِتنی بات ہے
جو بھی ملے گا آپ کو وہ مصطفیٰ کے ہاتھ
لوٹا نہ خالی ہاتھ جہاں سے کوئی حسنؔ
پھیلے اسی حضور میں ہیں بے نوا کے ہاتھ

یقین جانیے مجھے اس رات نیند نہیں آئی، رات بھر کروٹ بدلتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ کب صبح ہو اور میں دانشؔ صاحب کو اپنا یہ کلام دکھاؤں۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور بعد نماز فجر میں نے اپنے کلام کے ساتھ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ نکلے میں نے سلام کے بعد اپنا کلام

ان کے حوالے کیا۔ پھر غور سے دیکھ کر بولے بھائی! آپ عالم آدمی ہیں آپ کے ذہن میں سرکار کے فضائل کی روایات مستحضر ہیں۔ آپ نعتیہ شاعری کر سکتے ہیں۔

مذکورہ کلام کے بعد مجھے لگاتار ۳۲ نعتیہ کلام کہنے کی توفیق ملی اور پہلی بار کے بعد باضابطہ کسی سے اصلاح بھی نہیں لی۔ پھر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔

۱۱ نومبر ۲۰۱۶ء کو کمرہٹی کلکتہ کے ایک اجلاس میں بہ حیثیتِ خطیب میری شرکت ہوئی معروف نقیب اور خوش فکر شاعر حضرت مولانا سراج تابانی صاحب اس اجلاس کے نقیب تھے۔ انھوں نے مجھے "بزم نعت" کے نام سے تشکیل شدہ ایک واٹس ایپ گروپ میں شامل کرلیا۔ یہ گروپ محترم حافظ اظہار خان صاحب شاہ جہاں پوری نے بنایا تھا اور موصوف بھی اس کے ایڈمن تھے۔ اس گروپ کے طرحی مشاعروں میں، میں نے لگاتار تقریباً ۶۰ کلام کہے۔ اسی دوران ایک اور واٹس ایپ گروپ "بزم حسان" سے بھی جڑ گیا۔ اس گروپ کی تشکیل محب گرامی ڈاکٹر منصور صاحب فریدی نے کی تھی۔ اس گروپ کے طرحی مشاعروں میں بھی قریب ۲۵ کلام میں نے کہے۔

تدریس و تقریر اور دیگر مصروفیات کے سبب مجھے وقت کم ملتا ہے اس لیے جب نعتیہ کلام میں الف سے لے کر یا تک کی ردیف پوری ہوگئی تو میں نے سوچا کہ اس کاوش کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اس کی اشاعت ضروری ہے۔ بتا چکا ہوں کہ میں نے پہلے کلام کے بعد باضابطہ کسی سے اصلاح نہیں لی اس لیے کمپوزنگ کے بعد نظر ثانی اور اصلاح کی غرض سے اپنا مجموعہ، مندرجہ ذیل چار تجربہ کار شعرا کی خدمات میں بھیج دیا۔

حضرت مولانا میکائیل ضیائی صاحب قبلہ، استاذ مدرسہ احسن المدارس قدیم، کان پور، حضرت مولانا صغیر اختر صاحب قبلہ اختر بریلوی، استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف، حضرت حافظ و قاری سید محمد منظر میاں صاحب قبلہ منظر چشتی دارالخیر کچھوچھہ شریف، پروفیسر ظفر انصاری صاحب قبلہ شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد۔ ان حضرات نے بڑی محبت اور محنت سے پورے مجموعے پر گہری نظر ڈالی اور اپنی ترمیم و اصلاح اور مفید مشوروں سے مجموعے کو سند اعتبار عطا فرمایا۔ ان میں اول الذکر اور آخر الذکر احباب نے اپنی قیمتی تقریظات اور تبصروں سے بھی سرفراز فرمایا۔ راقم الحروف اپنے ان چاروں مخلصین کا دل کی گہرائیوں سے خصوصی طور پر شکر گزار اور دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت انھیں دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔

میرے پرانے کرم فرما خطیب الہند ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب قبلہ پٹنہ نے چند حوصلہ افزا کلمات قلم بند فرمائے ،خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہرؔ صاحب قبلہ ابوالعلائی مصباحی زید مجدہم نے پورے مجموعے پر گہری نگاہ ڈال کر تفصیلی تبصرہ تحریر فرمایا،ان کا یہ احسان میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔الجامعۃ الاشرفیہ میں میرے رفیق درس، معروف قلم کاراور محقق، پروفیسرڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد دہلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے بھی اپنے تفصیلی اور قیمتی تبصرے سے مجھے سرفراز فرمایاہے۔عزیزگرامی مولاناحسیب اخترصاحب سلمہ اور ماسٹر مہتاب پیامی صاحب زید مجدہ،جامعہ اشرفیہ مبارک پورنے مشمولات کی سیٹنگ کی ہے،عزیز گرامی مولاناغلام ربانی شرف نظامی صاحب سلمہ نے ناچیز کا سوانحی خاکہ اپنے حسن ظن کے اعتبار سے "تجلیات حسنؔ الہ آبادی" کے عنوان سے تحریرکیا ہے جومجموعے کے اخیر میں شامل اشاعت ہے۔میں ان سب کا بھی شکر یہ اداکرتا ہوں۔ان کے علاوہ شہنشاہ ترنم حضرت اسدؔ اقبال کلکتوی علامہ سراج تاباںؔ،مولانامحبوب گوہرؔ مظفرپوری،ڈاکٹر منصور فریدی صاحبان کابھی شاکر ہوں کہ مجموعے کو خوب تر بنانے میں ان کے بھی قیمتی مشورے شامل ہیں۔

ناچیزنے اپنے طور پر حتی الامکان کوشش کرڈالی ہے کہ مجموعہ ہر طرح کی غلطیوں سے پاک ہولیکن "لَا رَیبَ فِیہ"توکلام ربانی کی شان ہے۔اس مجموعے میں غلطیوں کا بہت امکان ہے۔اگرکوئی صاحب ان پر مطلع ہوں توازراہِ کرم مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ان کی تصحیح کی جاسکے۔

محمد مجاہد حسین رضوی حسنؔ الہ آبادی

۱۵ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹جولائی ۲۰۱۹ء

جمعہ مبارکہ

حمدِ باری تعالیٰ

کون میرے خدا کا ہمتا ہے؟
وہ تو بے مثل اور یکتا ہے

متقی ہو کہ بادشاہ و فقیر
ہر کوئی اس کے در کا منگتا ہے

اُس کے قہروجلال کے آگے
دم بھلا کون مار سکتا ہے؟

جو کہے اُس سے کذب ہے ممکن
کتنی بیہودہ بات بکتا ہے؟

شکر اُس کا کرو بہ ہر صورت
وہ جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے

فضلِ رب سے نبی ہیں مالکِ کل
کیوں کوئی بد نصیب جلتا ہے؟

یہ حسنؔ بندۂ گناہ شعار
اُس کی رحمت کی سمت تکتا ہے

مناجات

نار سے بچنے کا یا رب ! کوئی ساماں کردے
آتشِ عشقِ نبی دل میں فروزاں کردے

نفس و شیطاں کی محبت میں گرفتار ہے دل
کردے مجھ کو بھی اسیرِ رخِ جاناں کردے

تیرے محبوب کا فرماں ہے "نُصِرتُ بالرُّعب"
پھر اُسی رعب سے دشمن کو ہراساں کردے

امتِ سیدِ عالم کو تو ذلت سے بچا
حاملِ عزوشرف، عاملِ قرآں کردے

شاہِ طیبہ کے غلاموں کی مدد غیب سے کر
اور اعدا کی جماعت کو پریشاں کردے

دینِ اسلام کا ہو درد مرے سینے میں
میرے معبود! مرے درد کا درماں کردے

تیری توفیق سے ہے واصفِ سرکار حسنؔ
صدقۂ جانِ جہاں، خادمِ حسّاں کردے

ایک آرزو

یہ اکثر سوچتا ہوں کاش میں انساں نہیں ہوتا
رسول اللہ کے شہرِ مبارک کی زمیں ہوتا

مرے سینے پہ اپنے پاؤں رکھتے صاحبِ "اسریٰ"
تو میں بھی بالیقیں ہم رتبۂ عرشِ بریں ہوتا

سلامی پیش کرتے مجھ کو جھک کر آسماں والے
تنِ محبوبِ ربُّ العالمیں کا میں امیں ہوتا

مرے سینے پہ ہوتا سیدِ ابرار کا روضہ
نظر میں عاشقوں کی روضۂ خلدِ بریں ہوتا

بِلا شک ہوتی مجھ کو فوقیت سارے مکانوں پر
اگر فخرِ رُسل، مولائے کل میرا مکیں ہوتا

بناتے آنکھ کا سرمہ مرے ذرّوں کو اہلِ دل
میں بن کر نور نورِ دیدۂ اربابِ دیں ہوتا

گزرتی میری صبح وشام، امن وعیش سے ہردم
حسنؔ مجھ کو عذابِ آخرت کا ڈر نہیں ہوتا

نعتیں

*

اللہ رے وہ حسن رسالت مآب کا
پھیکا پڑا ہے رنگ رخِ ماہتاب کا

ہے اُن کی ذاتِ پاک سے خِلقت کی ابتِدا
ہے خاتمہ انھیں پہ نبوت کے باب کا

اچھا ہوا حضور مرے پاس آگئے
تھا مرحلہ شدید سوال وجواب کا

دونوں جہاں کو بھیک ملی اُس جناب سے
اندازہ کیجیے کرمِ بے حساب کا

ممکن نہیں نظیر رسالت مآب کی
یہ فیصلہ اٹل ہے خدا کی کتاب کا

گر نورِ ماہتاب ہے عکسِ ضیائے شمس
صدقہ ہے نورِ شمس رخِ آں جناب کا

آقا کے نقشِ پا پہ حسنؔ زندگی گزار
سامان کر لے روزِ حِساب وکِتاب کا

*

تذکِرہ کرتے رہو کونین کے سردار کا
ذکرِ شاہِ دوجہاں سلطان ہے اذکار کا

آسماں سو جان سے قرباں زمیں پر کیوں نہ ہو
اُس کے سینے پر ہے روضہ سیدِ ابرار کا

رفعتِ دنیا و دیں کا اُن کی طاعت پر مدار
پیروی اُن کی مداوا ہے ہر اِک آزار کا

ظلمتِ دل ایک لمحے میں ابھی ہوگی فنا
ذکر چھیڑو تو سہی اُس مطلعِ انوار کا

جن کا سینہ الفتِ سرکار سے لب ریز ہے
ہے انھیں سے عہد باغِ"تَحۡتِهَا الۡاَنۡهَار "کا

ایک پل میں وہ مکاں سے لامکاں آئے گئے
کوئی اندازہ کرے سرکار کی رفتار کا

اپنے دامن میں چنے ہیں نعتِ سرور کے گہر
ہے بہت اونچا حسنؔ رتبہ مرے اشعار کا

*

بر آئی دل کی تمنا مجھے قرار ملا
زہے نصیب زِیارت کو کوئے یار ملا

ملی بہارِ جناں اُن کے قدر دانوں کو
جو منکروں میں ہیں اُن کو عذابِ نار ملا

ہیں جس پہ آپ کے نعلینِ پاک اُس سر کو
متاعِ زیست ملی عز و اقتدار ملا

وہ شب ہو گور کی یا روزِ عرصۂ محشر
ہر ایک موڑ پہ آقا تمھارا پیار ملا

جمالِ فخرِ رُسل کی کشش کا کیا کہنا
جو ایک بار ملا ، اُن سے باربار ملا

بلند کیوں نہ ہو رتبہ ہر ایک اُمت سے
ہمیں نصیب سے محبوبِ کردگار ملا

حسنؔ شجر ہو حجر ہو کہ شمس ہو کہ قمر
ہر ایک شے پہ شہِ دیں کا اقتدار ملا

*

لو آگیا مکے میں قدمِ شاہِ ہُدیٰ کا
اصنام سے ہونے کو ہے گھر پاک خدا کا

ہیں یوں تو خدا کے ہی سبھی واقعہ یہ ہے
بندہ ہے جو اُن کا وہی بندہ ہے خدا کا

اک جنبشِ لب سے ہوئی برسات، رکی بھی
دیکھاہے زمانے نے اثر ان کی دُعا کا

پر نور ہے ایسا کہ بنا رشکِ کواکب
ذرّہ جو ہے سرکار کے خاکِ کفِ پا کا

ہو جب کہ سوا نیزے پہ خورشیدِ قیامت
سایہ ہو غلاموں پہ شہِ دیں کی رِداکا

اے کاش سر حشر بھی مل جائے یہ موقع
لہراؤں وہاں مدحتِ آقا کی پتاکا

شرمندہ مہِ نو ہے حسن جس کے مقابل
"دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا"

*

اُن کے اوصافِ جمیلہ کا اِحاطہ کرنا
کب ہے بس میں کسی انسان کے ایسا کرنا

سارے نبیوں کا انھیں رب نے بنایا خاتم
غیر ممکن ہے نبی اب کوئی پیدا کرنا

تاج، کونین کی شاہی کا ہے جن کے سر پر
اُن کا اعجاز چٹائی پہ گزارا کرنا

دے کے کوثر انھیں اللہ نے یہ فرمایا
تو جھڑکنا نہ کسی کو نہ ہی "لَا""لَا" کرنا

سارے عالم کے لیے وہ ہیں سراپا رحمت
"حق تو میرا بھی ہے رحمت کا تقاضہ کرنا"

ہو نہ جائے کہیں غرقاب ہماری کشتی
جلد سرکار! ذرا جلد اشارہ کرنا!

تیرے ممدوح حسنؔ ہیں بڑی غیرت والے
وہ نہ چاہیں گے تجھے حشر میں رسوا کرنا

*

سرکار کے غلام کو کیا مرتبہ ملا
ڈر جائے جس سے شیر بھی وہ دبدبہ ملا

سارے جہاں کو چھان کے بولے یہ جبرئیل
لاکھوں حسیں ملے نہ کوئی آپ سا ملا

قائل ہوا حضور کے خلقِ عظیم کا
جو کوئی آکے آپ سے اِک مرتبہ ملا

دنیاوی خواہشات کے چکر میں مت پڑو
"سب کچھ ملا حضور کا گر نقشِ پا ملا"

دنیا میں محسنین کی گنتی نہیں مگر
احسانِ مصطفائی سے ہر اِک دبا ملا

پڑھ کر جہاں ہر آدمی انسان ہو گیا
صفہ کے جیسا کوئی نہ اک مدرسہ ملا

کیا کیا عطا کیا ہے خدا نے حضور کو
ہر شخص اس جہاں میں حسنؔ سوچتا ملا

*

بندۂ کامل کا رب سے اس طرح ملنا ہوا
آج تک جو راز تھا، وہ آج بے پردہ ہوا

لمحہ بھر میں وہ مکاں سے لامکاں آئے گئے
عقل ہے حیراں ابھی تک کس طرح ایسا ہوا

اپنی آنکھوں سے کیا ہو جس نے دیدارِ خدا
کون نبیوں میں مرے سرکار کے جیسا ہوا

شانِ محبوبِ خدا سب پر عیاں ہو اس لیے
"اہتمامِ سیرِ محبوبی شبِ اَسریٰ ہوا"

آشنا جس سے نہ تھے خود حضرتِ جبریل بھی
راستہ وہ تھا نبی کا خوب پہچانا ہوا

تیسرا ہے کون ؟ محبوب و محب کے ماسوا
جو کہے میں آشنائے رازِ "مااَوحیٰ" ہوا

منتہٰی اُن کے سفر کا تھا حریمِ حق حسنؔ
اہلِ مکہ کے لیے ذکرِ"اِلَی الاَقصَا" ہوا

*

ذکر ان کا جسے ہر حال میں منظور رہا
موت کے بعد بھی دنیا میں وہ مشہور رہا

اُن کے اوصاف کا ہوتا رہا چرچا جب تک
ہر منافق سرِ محفل بڑا رنجور رہا

پاس جس کے بھی رہی عشقِ نبی کی قوّت
رزم گاہِ حق و باطل میں وہ منصور رہا

جان دے دیتے ہیں سرکار کی عظمت کے لیے
عشق والوں کا ہمیشہ یہی دستور رہا

وہ بھی دل ہے کوئی دل جس میں ہو غیروں کا گزر
"دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا"

جس نے بھی پی فقط اک بار مئے حبِّ نبی
لوگ کہتے ہیں کہ تا عمر وہ مخمور رہا

اِک زمانے کی رہی آرزو شاہی کی حسنؔ
تو تو آقا کی غلامی میں ہی مسرور رہا

*

مدحتِ شاہِ دوسرا کے گلاب
یعنی خوشنودیِ خدا کے گلاب

بے وفائی جو اُن سے ہم نہ کریں
کھل اٹھیں ہر قدم وفا کے گلاب

اُن کے عارض ہیں میری نظروں میں
کیا کروگے مجھے دکھا کے گلاب

تھوڑی رنگت حضور کے لب کی
لے کے آیا ہے کیا چُرَا کے گلاب

تازگی اُن کے رخ سی پا نہ سکے
دیکھے سو بار بھی نہا کے گلاب

خارِ طیبہ کے سامنے آداب
پیش کرتے ہیں سر جھکا کے گلاب؟

شُغلِ نعتِ نبی حسنؔ اک دن
تجھ کو مہکائے گا بنا کے گلاب

*

شہرت ہے میری نعتیہ اشعار کے سبب
"جنت ملے گی الفتِ سرکار کے سبب"

کافور کفر و شرک کی تاریکیاں ہوئیں
وحدت کے نور مرکزِ انوار کے سبب

نوعِ ملک سے نوعِ بشر کیوں بلند ہے
ہے اِک جواب، احمدِ مختار کے سبب

اب تک تو ملحدین پہ گر جاتیں بجلیاں
محفوظ ہیں تو رحمتِ سرکار کے سبب

منزل ملی ہے جس کو بھی راہِ سلوک میں
بس اتباعِ سیّدِ ابرار کے سبب

اُن کے بھروسے چھوڑ دی کشتی حیات کی
ڈوبے گی پھروہ کیوں کسی منجدھار کے سبب

عنوانِ شاعری ہے حسنؔ کا نبی کی نعت
ہوگی نجات مدحتِ سرکار کے سبب

*

غیر ممکن ہے محمد{ﷺ} کا جواب
کس نے دیکھا ہے خُدا کو بے حِجاب؟

مصطفیٰ کا دین ہی ہے دینِ حق
اِس حقیقت کے سِوا باقی سراب

آنسوؤں سے نارِ دوزخ سرد ہو
زہرِ قاتل کی دوا اُن کا لُعاب

ہے تمنا خُلد میں جاؤں حُضور!
بے حساب وبے عذاب و بے عِتاب

آپ کے جو دو سخا کے روبرو
سارے اربابِ کرم ہیں آب آب

آستانے پر بلالیں پھر کبھی
پھر حقیقت میں بدل جائے یہ خواب

ہے اِشارے میں حسنؔ اتنا کمال
شق ہوا مہتاب، پلٹا آفتاب

*

جو وَجہِ عالمِ اِمکاں ہے وہ نبی ہیں آپ
ہیں جس کے سایۂ رحمت تلے سبھی ،ہیں آپ

وہ جس کی ایک تجلی سے طور خاک ہوا
سراپا اس کی تجلی مرے نبی ہیں آپ

سعادتیں سبھی ملتی ہیں جس کے پڑھنے سے
ہمارے واسطے وہ درسِ زندگی ہیں آپ

بروزِ حشر غموں کے ہجوم میں آقا!
"گناہ گاروں کا سرمایۂ خوشی ہیں آپ"

قبول ہوگی مری بندگی خدا کے حضور
وہ اِس لیے کہ مری جانِ بندگی ہیں آپ

عیاں ہر ایک پہ ہوجائے گا یہ محشر میں
جسے ہے جملہ خلائق پہ برتری ہیں آپ

قمر کی چاندنی تو چار دن کی ہوتی ہے
جسے دوام ہے حاصل وہ چاندنی ہیں آپ

*

وہ جس کے در سے سبھی نعمتیں ملی ہیں آپ
نظیر جس کی نہیں کوئی وہ سخی ہیں آپ

وجود حضرتِ آدم ہے آپ کے دم سے
گماں سے بھی جو ہے برتر وہ آدمی ہیں آپ

فقط خدا کے ہیں محتاج ورنہ میرے حضور!
خدائی جس کی ہے محتاج وہ غنی ہیں آپ

جو سلسلہ ہے نبوت کا اس کی کڑیوں میں
ہیں پہلی حضرت آدم تو آخری ہیں آپ

پلائے گا جو سر حشر ایسا جام ہمیں
نہ ہوگا پھر کبھی احساس تشنگی، ہیں آپ

عمل کا کھاتا جو دیکھا لکھا تھا "نو بیلنس"
مری نجات کی امید آخری ہیں آپ

حضور! آپ تو جو دو سخا کے ساگر ہیں
نہ آئے جس کی عطا میں کبھی کمی، ہیں آپ

*

خلقِ خالق کی ابتدا ہیں آپ
اور نبیوں کے منتہٰی ہیں آپ

سارے ولیوں کے مقتدیٰ ہیں رُسُل
سب رسولوں کے مقتدیٰ ہیں آپ

نوعِ انساں کا فرد ہوکر بھی
فکرِ انساں سے ماوریٰ ہیں آپ

آپ ہیں منبعِ علوم و حِکم
اور عالم کی بھی بنا ہیں آپ

دیجیے گردش و بلا سے نجات
دافعِ گردش و بلا ہیں آپ

سب رضائے خدا کے ہیں طالب
جس کی چاہے رضا خدا ، ہیں آپ

ناز کیجے حسنؔ مقدر پر
نعت خوانِ شہِ ہدیٰ ہیں آپ

*

پایۂ عرش پہ کندہ ہے نبی کی مدحت
کتنا اونچا ترا رتبہ ہے نبی کی مدحت؟

صبح دَم چوم کے آقا کے قدم کو سورج
جب نکلتا ہے تو کرتا ہے نبی کی مدحت

تیرنے والوں کو جس کا کوئی ساحل نہ ملا
جانے کس شان کا دریا ہے نبی کی مدحت

کامیابی کے طلب گارو! خبر ہےتم کو؟
"کامیابی کا وظیفہ ہے نبی کی مدحت"

جو جھکادے گا گناہوں سے بھرے پلڑے کو
بھاری بھرکم وہ اثاثہ ہے نبی کی مدحت

روزِ محشر جسے رد ہی نہ کیا جائے گا
مغفرت کا وہ عریضہ ہے نبی کی مدحت

حُسن ہے کوئی اگر شعرِ حَسَنؔ کے اندر
یہ فقط تیرا عطیہ ہے نبی کی مدحت

*

میں بتاتا ہوں تمھیں، کیا ہے نبی کی مدحت؟
گویا تلوار پہ چلنا ہے نبی کی مدحت

وجہِ تسکیں ہے یہ بے چین دلوں کی خاطر
ہر مصیبت میں سہارا ہے نبی کی مدحت

خوب مداح پہ ہوتی ہے کرم کی بارش
باعثِ رحمتِ مولیٰ ہے نبی کی مدحت

اُن کے دشمن بھی کبھی کرتے ہیں مجبوری میں
دل سے کب اُن کو گوارا ہے نبی کی مدحت

اُن سے مانگیں نہ محبت کا کوئی اور ثبوت
روزو شب جن کا وظیفہ ہے نبی کی مدحت

لے کے جائے گا ہمیں خلد میں اِن شاء اللہ
مشغلہ یہ جو ہمارا ہے نبی کی مدحت

اِس میں آتے ہیں نظر رحمتِ حق کے جلوے
اے حسنؔ ایسا دریچہ ہے نبی کی مدحت

*

تمھاری یاد میں جینا عِبادت
شہادت تم پہ مرنے سے عبارت

نہیں اب نار سے بچنے کی صورت
شفاعت کیجیے آقا شفاعت

جو مانگو گے وہ پاؤ گے یقیناً
نہیں ہے اُن کو "لا" کہنے کی عادت

طلب کے ماسوا پاتا ہے سائل
کرم جو دو سخا ہے اُن کی فطرت

وہ کیا دیکھیں گے دُنیا تیری جانب
ہوا تیرا وُجود اُن کی بہ دولت

نہ کام آئے گی سجدوں کی سیاہی
بنا لے دل پہ نقشِ حبِ حضرت

حسنؔ پر ہے نوازش اُن کی ورنہ
کہاں یہ اور کہاں آقا کی مدحت

*

دل کے آئینے میں ہے شاہِ ہدیٰ کی صورت
کس طرح ابھرے بھلا اُس میں بلا کی صورت

وہ اگر ڈال دیں بس ایک نظر رحمت کی
میری جتنی ہے قضا پائے ادا کی صورت

دور سے سنتے ہیں سرکار غلاموں کی صدا
شرک کیوں ہوگی بھلا اُن کو ندا کی صورت

وہ ہوئے راضی تو سمجھو کہ رضا رب کی ملی
نکلے اے کاش کوئی اُن کی رضا کی صورت

عشق سرکار میں تو اپنی مٹادے ہستی
ماسوا اِس کے نہیں تیری بقا کی صورت

جاں فزا حسن ہو آقا کا مری نظروں میں
آئے جس وقت نظر مجھ کو قضا کی صورت

وہ حسیں آئینۂ حسنِ خدا ہیں اے حسنؔ
"کیوں نہ محبوب ہو محبوبِ خدا کی صورت"

*

بھیجی ہے میں نے نعتِ مقدس صبا کے ہاتھ
نعمت قبولیت کی لگے گی گدا کے ہاتھ

عرشِ بریں ہے فرش بنا اُن کے پاؤں کا
ذیشان کتنے ہوں گے شہِ انبیا کے ہاتھ

آکر گلے ملی ہے اِجابت دعا سے خود
جب جب اٹھے ہیں بہرِ دعا مصطفیٰ کے ہاتھ

مملوک یہ زمین بنے، آسماں بنے
بِک جائے پھیلے کوئی شہِ دوسرا کے ہاتھ

اٹھیں جلال سے تو زمانہ لرز پڑے
سب فیضیاب ہوں جو بڑھائیں عطا کے ہاتھ

دیتا تو سب خدا ہے مگر اِتنی بات ہے
جو بھی ملے گا آپ کو وہ مصطفیٰ کے ہاتھ

لوٹا نہ خالی ہاتھ جہاں سے کوئی حسنؔ
پھیلے اسی حضور میں ہیں بے نوا کے ہاتھ

*

مرامرکز، مرا محور مرے سرکار کی چوکھٹ
یہیں آؤں گا ہر پھر کر مرے سرکار کی چوکھٹ!

جما رکھا ہے تجھ پر اپنا ڈیرا اب مجھے کیا ڈر؟
مصائب کی چلے صر صر مرے سرکار کی چوکھٹ!

گنہگارو! ادھر آؤ سند بخشش کی لے جاؤ
بلاتی ہے صدا دے کر مرے سرکار کی چوکھٹ

تری تابانیوں کو دیکھ کرنظریں چراتا ہے
بھری دوپہری کا خاور مرے سرکار کی چوکھٹ!

اسی کا رنگ ہے ہر سو اسی کا نور ہے ہر سو
ہے رنگ ونور کا محور مرے سرکار کی چوکھٹ

تمنا ہے کہ قبضِ روح کو جب بھی ملک آئیں
جھکا ہو تجھ پہ میرا سر مرے سرکار کی چوکھٹ!

جھکا دی ہے جبیں تجھ پرحسنؔ نے پھر تو اٹھے گا
ثریاسے بہت اوپر مرے سرکار کی چوکھٹ!

*

ترا فیضان ہے مجھ پر، مرے سرکار کی چوکھٹ!
ترے صدقے ہوں نام آور مرے سرکار کی چوکھٹ!

خدا کا در کوئی گر اس جہاں میں دیکھنا چاہے
دکھادو اس کو لے جاکر مرے سرکار کی چوکھٹ

نہیں ہے جس کے دل میں عظمت خیر بشر اس کو
رکھے گی خلد سے باہر مرے سرکار کی چوکھٹ

گنہگاروں کے سر پر کس مپرسی کی گھڑی میں بھی
ہے لطف آگیں کرم گستر، مرے سرکار کی چوکھٹ

اُسی سے ہوکے رستہ خلد کی جانب نکلتا ہے
کوئی دیکھے ذرا آکر مرے سرکار کی چوکھٹ

پڑے رہنے کو دے دے تو اگر تھوڑی جگہ مجھ کو
خوشی سے چھوڑ دوں گا گھر مرے سرکار کی چوکھٹ!

حسنؔ ہوحاضری جب جب گزارش بس یہی کرنا
سعادت پھر عنایت کر مرے سرکار کی چوکھٹ!

*

نعت سے مت بدل زَباں کروٹ
لے گی تیری طرف جِناں کروٹ

گردش دہر منحصر اُن پر
"وہ اگر لیں تو لے جہاں کروٹ"

عظمتِ دینِ مصطفٰی کے لیے
اب ضرورت ہے لو میاں کروٹ

غم نہیں پھیر لے جو رُخ دنیا
آپ لیجے نہ جانِ جاں کروٹ

ہو جو اُن کا اِشارۂ ابرو
یہ زمیں کیا؟ لے آسماں کروٹ

تو جلا دل میں شمعِ عشقِ نبی
دیکھنا! ہوگی ضو فشاں کروٹ

جس طرف سے حسنؔ ہو اُن کا گزر
لے لے اُس سمت گلستاں کروٹ

*

جس کی نظر کو لگتی ہے نعتِ نبی عبث
اس کم نظر کی آنکھ میں ہے روشنی عبث

خالق ہی جانتا ہے حقیقت رسول کی
ہے خلق اس میں کس لیے الجھی ہوئی عبث

ایمان کے بھی جانے کا خطرہ ہے نجدیا!
یہ ہی نہیں کہ تجھ سے ہے یہ دوستی عبث

ہے بندگی میں شرط محبت رسول کی
"بن حبِّ مصطفیٰ ہے تری بندگی عبث"

آقاے دو جہاں کی غلامی میں جو نہ ہو
عشاق کی نظر میں ہے وہ سروری عبث

گر آمنہ کے چاند کا ہوتا نہ اس میں عکس
طے تھا کہ ہوتی چاند کی یہ چاندنی عبث

ممدوح تیرے شافعِ روزِ شمار ہیں
فکرِ نجات میں ہے حسنؔ بے کلی عبث

*

تصورات میں میرے درِ حضور ہے آج
عجیب کیف میں سرمستی و سرور ہے آج

گئے وہ دن کہ مرے دن بھی رات ہوتے تھے
"نگاہِ دشتِ مدینہ سے نور نور ہے آج"

مرے حضور کے روضے نے وہ ضیا بخشی
ہر ایک ذرّہ مدینے کا رشکِ طور ہے آج

ظہور آج ہوا ہے جہاں میں آقا کا
یہی سبب ہے کہ شیطان غم سے چور ہے آج

قریبِ رحمتِ رب، روزِ حشر وہ ہوگا
جو دشمنانِ حبیبِ خدا سے دور ہے آج

حضور! آپ ہی فرمائیے کرم اس پر
کہ مشکلوں میں گھری امتِ حضور ہے آج

حسنؔ یہ صدقہ ہے نعتِ رسولِ اکرم کا
جو بے شعور تھا کل تک وہ باشعور ہے آج

*

مری حیات کا یہ لمحہ یادگار ہے آج
بسا ہوا مری آنکھوں میں کوئے یار ہے آج

اگر ہو سر پہ مرے نعلِ پاکِ پیغمبر
وقار مجھ سے کہے گا تو با وقار ہے آج

وہ جس کے دل میں ہیں جلوے نبی کے اس کے سوا
کسے سکوں ہے میسر، کسے قرار ہے آج

گزر ہوا ہے ادھر سے ہمارے آقا کا
یہی سبب ہے معطر یہ رہ گزار ہے آج

رحیم رب سے گناہوں کو بخشوانا ہے
درِ حضور پہ حاضر گناہ گار ہے آج

یہی بتائیں گے امت کو انبیا سارے
حضور ہی کو شفاعت کا اختیار ہے آج

حسنؔ حضور کے روضے پہ حاضری دے کر
اتار ڈال! گناہوں کا جو بھی بار ہے آج

*

نبی کے جود کا ایسا کشادہ باب ہے آج
کہ اس کو دیکھ کے دریا بھی آب آب ہے آج

یہ ظلمتوں سے کہو! اب تمھاری خیر نہیں
نکلنے والا رسالت کا آفتاب ہے آج

ہر اک نظر سے جو مخفی رہا تھا "اَسریٰ" تک
مرے حضور کی خاطر وہ بے حجاب ہے آج

پڑھو ملے گی سند تم کو کامیابی کی
حیات میرے نبی کی کھلی کتاب ہے آج

بپا ہے حشر تو ہو مجھ کو خوف حشر نہیں
غلامِ شافع محشر کا کب حساب ہے آج

مجھے یقیں ہے شفاعت کریں گے وہ میری
کرے وہ فکر جسے شک و ارتیاب ہے آج

حسنؔ کہاں تھا کسی کام کا مگر دیکھو
بہ فیضِ مدحِ پیمبر وہ کامیاب ہے آج

*

جیت میں بدلے گی اس سے زندگی کی ہار سوچ
"اے غلامِ مصطفیٰ نعتِ شہِ ابرار سوچ"

جس کے اک جلوے کی موسیٰ لانہ پائے تابِ دید
کس طرح سرکار نے اس کا کیا دیدار سوچ

آخرت کی آگ مجھ کو چھو نہ پائے اس لیے
اے مرے دل! کچھ اچھوتے نعت کے اشعار سوچ

جس کے دربانوں میں شامل حضرتِ جبریل ہیں
اس کا ہم پلہ جہاں میں ہے کوئی دربار سوچ

کیا کہا؟ "ابلیس کوآقا سے زائد علم ہے"
کس کو کس پر برتری دی تونے ناہنجار! سوچ

ناز کر قسمت پہ اپنی تو ہے مداحِ رسول
سوچ اپنی حیثیت اور مدحتِ سرکار سوچ

اےحسنؔ محشر میں تو آقا کی طاعت کے بغیر
سامنا رب کا کرے گا کس طرح؟ سوبار سوچ

*

اگر ہو علم میں،ان کی گدا گری کا سچ
پتہ چلے گا تمھیں کیا ہے خسروی کا سچ

زمانہ کچھ بھی کہے اِس سے کیا غرض مجھ کو
"حضور جانتے ہیں میری عاشقی کا سچ"

نبی کی عزت وعظمت پہ جان دے دینا
بتاؤ اس سے بڑا کیا ہے زندگی کا سچ؟

نبی کا عشق ہو بندوں کی بندگی میں اگر
جبیں کا نور بتادے گا بندگی کا سچ

اگر ہو سر پہ مرے خاکِ نعلِ پاکِ حضور
دکھاؤں سارے سلاطیں کو سروری کا سچ

خدا سے اذن شفاعت کا لے کے اٹھے گی
ہے یہ جھکی ہوئی پیشانیِ نبی کا سچ

ہے کم ترین غلاموں میں اُن کے یوں تو حسنؔ
یہی ہے اس کی کروروں پہ برتری کا سچ

*

کسی بھی سرِّ مکنوں کو نہیں سرکار پر ترجیح
خدانے ان کو دی ہے عالمِ اسرار پر ترجیح

کمال ایمان کا گر چاہتے ہو تو نبی کو دو
پدر مادر برادر ہر قرابت دار پرترجیح

کسی قیمت پہ تاجِ خسروی کو ہم نہیں دیں گے
نبی کے پاے اقدس سے لگی پیزار پر ترجیح

ہے ظاہر "اُدنُ مِنّی"اور جوابِ "لَن تَرَانی"سے
کہ دی آقا کو رب نے طالبِ دیدار پر ترجیح

سبھی تہوار پائے ہیں اسی کے صدقے میں بے شک
"ربیع النور کو دیجے ہر اک تہوار پر ترجیح"

مناظر دیکھ کر طیبہ کے رضواں بھی پکار اٹھیں
اسی باعث انھیں ہے خلد کے گلزار پر ترجیح

یہ فنِّ نعت گوئی ہے حسنؔ ملکے میں مت لینا
دلادے گا یہی تم کو ہر اک فن کار پر ترجیح

*

رسل کو جب نہیں حاصل شہِ ابرار پر ترجیح
تو پھر غیر رُسُل کو کیسے دوں سرکار پر ترجیح؟

سبھی غم دور کرتا ہے سبب بخشش کا بنتا ہے
درودِ پاک کو ہے باقی سب اذکار پر ترجیح

نبی کادر خدا کا در، یہاں پر بھی وہاں پر بھی
نہیں ہے اغنیا کو مفلس ونادار پر ترجیح

شفاعت کا کھلے گا باب انھیں کے دستِ اقدس سے
جنھیں حاصل ہے ہر اک مونس وغم خوار پر ترجیح

اگر نائب نبی کے ہونبی کی پیروی بھی ہو
سدا دیتے رہو کردار کو گفتار پر ترجیح

جو محبوبِ خدا ہیں ان کی امت میں ہیں ہم شامل
ہمیں سب امتوں پر ہے اسی آدھار پر ترجیح

حسنؔ کے نامۂ اعمال میں ہیں نیکیاں تھوڑی
مگر ان کے کرم سے پائیں گی اوزار پر ترجیح

*

فروغ حق کی ہدایت ہے بارہویں تاریخ
نہایتِ شبِ ظلمت ہے بارہویں تاریخ

جہان دہشت ونفرت میں آدمی کے لیے
پیامِ امن واخوت ہے بارہویں تاریخ

وجود عالمِ امکاں کی ایک اک شے کا
بس ایک تیری بہ دولت ہے بارہویں تاریخ

وہی تو جشن مناتے ہیں تیری آمد پر
سلیم جن کی طبیعت ہے بارہویں تاریخ

دلِ خلیل سے نکلی ہوئی دعا ہے تو
مسیح کی تو بشارت ہے بارہویں تاریخ

اسی لیے اسے کہتا ہوں افضل الایام
"نبی کا یومِ وِلادت ہے بارہویں تاریخ"

شبِ نزولِ کلامِ مجید پر بھی حسنؔ
جسے ملی ہے فضیلت ہے بارہویں تاریخ

*

"اُن کی گلی نے ایسی بنادی مری پسند"
منظر پھر اس کے بعد نہ آیا کوئی پسند

سب کو رضا پسند ہے پروردگار کی
پروردگار کو ہے رضائے نبی پسند

زیرِ قدم تھے قیصر و کسریٰ کے کرّ و فر
میرے نبی نے کی تھی مگر سادگی پسند

آؤ گے تم پسند خدائے قدیر کو
تم وہ کرو پسند ،کریں جو نبی پسند

وقتِ اجل ہو پیشِ نظر جلوۂ حضور
میری نظر میں سب سے بڑی ہے یہی پسند

مدحِ نبی کے صدقے میں محمود ہوگئی
ورنہ خدا کو کب ہے نری شاعری پسند

ایماں جنھیں عزیز ہے کرتے نہیں حسنؔ
گستاخِ مصطفیٰ سے کبھی دوستی پسند

*

ویراں چمنِ دل ہے اِسے کیجیے آباد
فریاد ہے اے رحمتِ عالم! مری فریاد

جس میں نہ ہو سرکار کی اُلفت وہ عِبادت
برباد ہے، برباد ہے، برباد ہے، برباد

ہو زُعم عبادت کا تو شیطان صفت ہے
آقا کی شفاعت مری بخشش کی ہے بنیاد

ہر جا ہے رواں آپ کے فیضان کا دریا
لاہور ہو اجمیر ہو کلیر ہو کہ بغداد

جب موت کا پیغام ملے رب کی طرف سے
ہو نام ترا لب پہ تو دل میں ہو تری یاد

غرقاب نہ ہوجائے کہیں میرا سفینہ
اے بے کسوں کے کس! ذرا اب کیجیے اِمداد

یہ دیکھ اِلٰھی کہ میں مداح ہوں کس کا؟
مت دیکھ اِلٰھی مرے اعمال کی تعداد

*

مل ہی جائے گا تجھے عالم کا پالنہار ڈھونڈ
ڈھونڈ پہلے اِس کی خاطر دامن سرکار ڈھونڈ

آنے والی ہر گھڑی میں پا رہے ہیں وہ عروج
اُن کی مدحت کے لیے ہر دم نئے افکار ڈھونڈ

یہ اَٹل ہے تو کسی قیمت پہ پا سکتا نہیں
جا ذرا جنت میں زاہد! حسنِ کوئے یار ڈھونڈ

لامکاں تک تیرے سجدوں کی پہنچ ہوجائے گی
"اے جبینِ آرزو! سنگِ درِ سرکار ڈھونڈ "

کر لے تو راضی بہ ہر قیمت رسول پاک کو
راستہ رب کی رضا کا اور مت بے کار ڈھونڈ

کیوں ادھوری پڑھ رہا ہے آیت "قُل اِنَّما"
پڑھ کے تو "یُوحَیٰ اِلَیَّ" مرکز انوار ڈھونڈ

فیصلہ اللہ کا حق میں ترے ہوگا حسنؔ
حشر میں سرکار جیسا اپنا حامی کار ڈھونڈ

*

نعت سرکار ہے اس پر تو ہے گوہر کاغذ
سچ کہا بلکہ ہے گوہر سے بھی برتر کاغذ

ابھی سرکار کے اوصاف بہت باقی ہیں
ختم ہونے کو چلے سات سمندر کاغذ

نام اللہ کا اس پر لکھو پھر نعتِ رسول
دل کی تختی کو تصور میں بناکر کاغذ

لکھ کے کاغذ پہ عیاں کردو منافق کا نفاق
دل پہ گستاخ کے بن کر گرے خنجر کاغذ

نعت لکھنے کا ادا حق نہیں ہوگا ہرگز
چاہے زر سے لکھو چاندی کا بنا کر کاغذ

نور والے کی ثنا لکھی ہے میں نے اس پر
دے رہا ہے مہ و اختر کو بھی ٹکر کاغذ

لکھی ہے نعتِ نبی اس پہ تعجب کیا ہے؟
بخشوائے جو حسنؔ کو سرِ محشر کاغذ

*

کھلا پیمبر کی رفعتوں کا وہ باب ہوگا بروز محشر
ہر اک زباں پر ترانۂ آں جناب ہوگا بروز محشر

تحفظِ عظمتِ نبی میں جو اپنی عزت کرے گا قرباں
یقین جانو وہ شخص عزت مآب ہوگا بروز محشر

خدانے ایماں کی دی ہے دولت، ہوں امتیِ نبیِّ رحمت
بتاؤ پھر میرا حال کیوں کر خراب ہوگا بروز محشر؟

مرے نبی دافعِ بلا ہیں، یہاں "نہیں" ہے جواب جن کا
انھیں کی نوکِ زباں پہ مثبت جواب ہوگا بروز محشر

جو مشکلوں میں بھی گھر کے ان کا چراغِ عظمت جلارہے ہیں
انھیں کے حق میں نہایت آساں حساب ہوگا بروز محشر

فقط عمل پر تمھیں بھروسہ، منافقو! خوب یاد رکھنا
جسے حقیقت سمجھ رہے ہو وہ خواب ہوگا بروز محشر

وہ جن کے رستے میں دشمنوں نے حسنؔ بچھائے ہیں روز کانٹے
لبوں پہ اُن کے "اَنالَھا" کا گلاب ہوگا بروز محشر

*

ان کے دربار میں رہتا ہے جو ذرہ ہوکر
وہ چمکتا ہے زمانے میں ستارہ ہوکر

آسمانوں پہ بھی چلتی ہے حکومت اُن کی
یہ بتاتا ہے ہمیں چاند دوپارہ ہوکر

جس کو مل جائے شہِ دیں سے فقط اک قطرہ
کردے سیراب زمانے کو وہ دریا ہوکر

روز بھرتے ہیں جو خود لاکھوں کے خالی دامن
وہ بھی چوکھٹ پہ تری آتے ہیں منگتا ہوکر

اُس کے ذرّوں نے ستاروں سے ملائی آنکھیں
"گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہوکر"

جن کا بھاری ہے بھروسہ شہِ بحر و بر پر
وہ چٹانوں کو اڑا دیتے ہیں پتّا ہوکر

یہ تمنا ہے حسنؔ کی کہ بروزِ محشر
جائے دربارِ خدا میں ترا بندہ ہوکر

*

ہر عمل اپنا رضائے سیدِ والا سے جوڑ
اِس طرح مضبوط رشتہ جنتِ ماویٰ سے جوڑ

گفتگو کرنے سے پہلے مصطفیٰ کے علم پر
سلسلہ افکار کا مضمون" مَااَوحیٰ "سے جوڑ

اے اسیرِ غم مسلماں! چھوڑ رسوائی کی راہ
"سرخ رو ہونا ہے تو دل گنبدِ خضرا سے جوڑ"

عقل ہے تو گلشنِ عالم سے نظریں پھیر کر
خود کو شہرِ سرورِ کونین کے صحرا سے جوڑ

وہ بھریں گے تیرا دامن گوہرِ مقصود سے
سلسلہ اپنی طلب کا جود کے دریا سے جوڑ

اُن کی منزل تک فرشتے بھی پہنچ سکتے نہیں
یہ سمجھنا ہے تو رشتہ بلبل سدرہ سے جوڑ

زیست کی معراج کا طالب اگر ہے تو حسنؔ
رشتۂ کردار اپنا صاحبِ اَسریٰ سے جوڑ

*

کیوں ڈھونڈتے ہو اور کہیں برتری کا راز؟
ہے زیرِ پائے مصطفیٰ تاجِ شہی کا راز

حسن و جمال و جاہ وجلالِ نبی کی بات
ہے مومنوں کی روح کی آسودگی کا راز

اُس نے نبی کے عشق میں سب کچھ لٹا دیا
جس پر خدا نے کھول دیا عاشقی کا راز

رہنا ہے سر بلند جو دارین میں تجھے
"سر کو جھکا کے جان لے تو زندگی کا راز"

ایماں کی روح جن کے دلوں میں ہے باحیات
وہ جانتے ہیں کیا ہے حیات النبی کا راز

مسجود بن گئے وہ ملائک کے کس طرح؟
آدم سے پوچھو عظمتِ نور نبی کا راز

اُ ن کے کرم سے ہوتے ہیں اشعار نعت کے
ورنہ کہاں حسنؔ؟ کہاں اس شاعری کا راز

*

نجدی! ترا ایمان کا دعویٰ ہے سبو تاژ
تبلیغ تری لغو ہے چلّہ ہے سبو تاژ

اعدائے رسالت سے نہیں تجھ کو اگر بیر
پھر تجھ پہ تصوف کا لبادہ ہے سبو تاژ

تو دیکھتا ہے صرف بشر نورِ خدا کو
محروم بصیرت! ترا دیدہ ہے سبو تاژ

دب کر نہیں خم ٹھونک کر اے سنّیو! بولو
"گستاخِ رسالت کا عقیدہ ہے سبو تاژ "

دل خم نہ ہو جب عظمتِ سرکار کی خاطر
سر رب کی عبادت میں خمیدہ ہے سبو تاژ

محبوب کی امت میں مجھے رب نے بنایا
پھر کیسے کہوں میرا نصیبہ ہے سبو تاژ

جس کو بھی حسنؔ اُن کی غلامی سے ہے انکار
واللہ وہ بندہ نہیں، گندہ ہے، سبو تاژ

*

رب کے حبیب معدن جو دو عطا کے پاس
ملتی ہے ہر مراد شہِ دوسرا کے پاس

جو چاہیں، جتنا چاہیں، جسے چاہیں بخش دیں
کس چیز کی کمی ہے مرے مصطفیٰ کے پاس

عیسیٰ خلیل و نوح وصفی سب کے در گئی
پر قوم کو مراد ملی مصطفیٰ کے پاس

رحمت ہے ان کی عام ہر اک شے کو اس لیے
فریاد اُن سے کرتے ہیں حیواں بھی آ کے پاس

رکھتے تھے اغنیا جنھیں مجلس سے دور دور
عزت انھیں نبی نے عطا کی بٹھا کے پاس

واقف دنیٰ کے راز سے ہو تو کوئی بتائے
کتنا ملا ہے قربِ نبی کو خدا کے پاس

دینِ محمدی ہی حسنؔ ہے رہِ نجات
شک ہو جسے وہ دیکھے اسے خود ہی آ کے پاس

*

نرالی شان کی ہے احمد مختار کی خواہش
اِدھر کی اور اُدھر پوری ہوئی سرکار کی خواہش

فدا کردے نبی کی عظمتوں پر آبرو اپنی
یہی ہے اُن کی عظمت کے علم بردار کی خواہش

شفا رکھی ہے جب اللہ نے خاکِ مدینہ میں
تو پھر خاکِ مدینہ کیوں نہ ہو بیمار کی خواہش

نہیں کوئی غرض مجھ کو حسینانِ زمانہ سے
"بسی ہے میری آنکھوں میں ترے دیدار کی خواہش"

لگا ہے جی مرا کچھ اس طرح صحرائے طیبہ میں
کبھی ہوتی نہیں مجھ کو گل و گلزار کی خواہش

نہ جائے اُن کا کوئی امتی نارِ جہنم میں
یہی ہوگی قیامت میں مرے سرکار کی خواہش

زمانے بھر میں صبح و شام چرچا ہو شہِ دیں کا
ہمیشہ ہے حسنؔ یہ عاشقِ سرکار کی خواہش

*

بڑھا جو نور سے آگے ہے اک بشر مخصوص
خدا کو دیکھ چکی جو وہ ہے نظر مخصوص

مقام سدرہ سے اوپر عروج کی خاطر
عطا کیے ہیں انھیں رب نے بال و پر مخصوص

وہ جس پہ چل کے گئے قربِ حق کی منزل تک
فقط نبی کے لیے تھی وہ رہ گزر مخصوص

نبی کی دید ہے دیدِ جمال رب لیکن
"برائے دیدِ نبی چاہیے نظر مخصوص"

درِ خدا کا ملا ہے جسے زمیں پہ شرف
خدا کے نائبِ مطلق کا ہے وہ در مخصوص

"وسیلہ" خلد میں سب سے عظیم رتبہ ہے
ہے اُن کے حق میں یہ رتبہ عظیم تر مخصوص

ہر ایک شے پہ حسنؔ ان کا حکم چلتا ہے
نہیں ہیں اِس کے لیے مہر و مہ شجر مخصوص

*

نجدیوں کو آپ کی مدح وثنا سے کیا غرض ؟
جن کی فطرت غدر ہے اُن کو وفا سے کیا غرض ؟

رکھ نہیں سکتا کبھی اُ ن کے عدو سے میل جول
"اُن کے عاشق کو زمانے کی فضا سے کیا غرض؟"

ہیں رسول اللہ میری حاجتوں سے باخبر
اُن کے در پر مجھ کو عرضِ مدعا سے کیا غرض ؟

جو نبی سے ہمسری کے مدعی بنتے ہیں وہ
بے حیا ہیں، ایسے لوگوں کو حیا سے کیا غرض؟

درد مندِ عشق کی ہے آرزو بڑھ جائے درد
اُن کے عاشق کو مسیحا یا دوا سے کیا غرض ؟

دین و دنیا میں وہی کافی ہیں میرے واسطے
ہے غرض مجھ کو انھیں سے ماسوا سے کیا غرض؟

جن کی نظروں میں حسنؔ حسنِ مدینہ آگیا
پھر انھیں کچھ سیر شہرِ خوش نما سے کیا غرض ؟

*

زردار سارے رکھتے ہیں احقر سے ربط ضبط
احقر کا ہے نبی کے گداگر سے ربط ضبط

اُس سر کی سر بلندی کا عالم نہ پوچھیے
"جس سر کا ہوگیا درِسرور سے ربط ضبط"

اے چودہویں کے چاند تجھے دیکھ کر لگا
رکھتا ہے تو بھی پائے پیمبر سے ربط ضبط

خورشیدِ حشر میں جو ہے شدت تو کیا ہوا
میرا ہے اُن کی زلفِ معنبر سے ربط ضبط

بے جاں تنا بھی اُن کی جدائی میں رو پڑا
جب ہو گیا حضور کا منبر سے ربط ضبط

ہو جس کے پاس اُن کا پسینہ تو کیوں رکھے
عودِ عرب سے، مشک سے،عنبر سے ربط ضبط

خالق سے رابطے کی طلب ہے جسے حسنؔ
لازم ہے اُس پہ خلق کے سرور سے ربط ضبط

*

ہے مصطفیٰ کی نبوت کا سلسلہ محفوظ
کلامِ پاک کی صورت میں معجزہ محفوظ

حیات ان کی، نمونہ ہے ہر بشر کے لیے
اسی لیے تو نبی کی ہے ہر ادا محفوظ

بتادے جو بھی نکیرین کو کہ کون ہیں یہ
عذاب قبر سے سمجھو وہ ہو گیا محفوظ

خدایا روزِ جزا مصطفیٰ کے آنے تک
ہمارے حق میں رہے تیرا فیصلہ محفوظ

دوپارہ دل کو کروں تو ہر ایک ٹکڑے پر
ہو نام رب کا نبی کا جدا جدا محفوظ

یہی تو خاتمہ بالخیر کی ضمانت ہے
ہمارے دل میں رہے عشقِ مصطفیٰ محفوظ

مروں گا حب نبی میں تو پھر حسنؔ لاریب
محل بہشت میں ہوجائے گا مرا محفوظ

*

تسلیم کر رہا ہوں کہ سنسار ہے وسیع
سنسار سے بھی رحمتِ سرکار ہے وسیع

نام اُن کا رب نے رکھ کے محمد بتادیا
"مضمونِ نعتِ احمدِ مختار ہے وسیع"

مجرم زمانے بھر کے بلائے گئے یہیں
اتنا مرے رسول کا دربار ہے وسیع!

اِک جزہے علمِ لوح و قلم اُن کے علم کا
کس درجہ علمِ سیدِ ابرار ہے وسیع؟

وہ ہیں جمیعِ خلقِ خداوند کے رسول
ختم الرسل کا دائرۂ کار ہے وسیع

سب کو وہیں پناہ ملے گی چلے چلو
عصیاں شعارو! دامنِ سرکار ہے وسیع

رزاقیِ خدا کے ہیں مظہر حسنؔ! حضور
خوانِ نبی کا اس لیے آکار ہے وسیع

*

جلا کے دل میں رکھو الفتِ نبی کے چراغ
کہ قبر و حشر میں دیں نور بندگی کے چراغ

ہے چاند اپنی جگہ پر مگر نظر میں مری
"ہیں چاند سے بھی منور تری گلی کے چراغ"

شبِ ولادتِ سرکار میں مسلمانو!
جلاؤ اپنے گھروں میں خوشی سے گھی کے چراغ

جو ہوگا شور سرِ حشر" نفسی نفسی" کا
مرے حضور جلائیں گے "امتی" کے چراغ

خدا کے نور کی صحبت کا فیض تو دیکھو
صحابہ بہرِ ہدایت ہیں ہم سبھی کے چراغ

فساد، فتنہ، تشدد سے پُر زمانے میں
نبی کے دم سے جلے امن وآشتی کے چراغ

وہ بن کے مہر ہدایت کا آگئے ہیں حسنؔ
جلیں گے اُن کے مقابل کہاں کسی کے چراغ

*

تم ہی ہوگے زمانے بھر کا چراغ
بن کے دیکھو نبی کے در کا چراغ

مان لو حکمِ مصطفیٰ فوراً
اور بجھادو اگر مگر کا چراغ

اُن کے رُخ کی ضیا تعالی اللہ
پھیکا پھیکا لگے قمر کا چراغ

پائے نازِ نبی مری منزل
"نقشِ پا اُن کا رہ گزر کا چراغ"

دیکھ پاؤں اگر نہ روے حضور
میرے کس کام کا نظر کا چراغ

پیکرِ نور بھی ہوا مدھم
جل گیا جب کہ اک بشر کا چراغ

اُسوۂ خیرِ خلق اپنا کر
اے حسنؔ سب بجھائیں شر کا چراغ

*

خدا نے بخشا ہے جن کو پیمبری کا شرف
نبی نے پایا ہے اُن سب پہ برتری کا شرف

مرے خدا کوئی صورت نکال دے ایسی
مجھے نصیب ہو طیبہ کی حاضری کا شرف

قبول ہوگی مری بندگی خدا کے حضور
ملا ہے مجھ کو شہِ دیں کی بندگی کا شرف

یہ ذرّہ ہائے دیارِ رسول ہیں اِن سے
مہ و نجوم بھی پاتے ہیں روشنی کا شرف

حدِ ملک سے گزر کر مرے پیمبر نے
بڑھا دیا ہے فرشتوں پہ آدمی کا شرف

جو عقل والے شہنشاہ ہیں وہ کرتے ہیں
نثار اُن کی غلامی پہ سروری کا شرف

ہر ایک شعر سے اُن کا کمال ظاہر ہے
حسنؔ یہی ہے مری پوری شاعری کا شرف

*

مریض! لے نہ دوا، لے کے چل درود شریف
ہے بے کلی تو تجھے دے گا "کل" درود شریف

کہاں کہاں تو مسائل لیے بھٹکتا ہے
ہے تیرے سارے مسائل کا حل درود شریف

اگر نہ یاد ہو کوئی دعا تو مت گھبرا
ہر اک دعا کا ہے نعم البدل درود شریف

تری زبان سے پھوٹے گی مشک کی خوشبو
اگر پڑھے گا تو ہر ایک پل درود شریف

کرے گا آج اگر تو درود کی کثرت
نبی کا قرب تجھے دے گا کل درود شریف

دکھائی دے گا ترے رُخ پہ نور ایماں کا
ادب سے رُخ پہ ذرا پڑھ کے مل درود شریف

درود جب کہ ہے کنجی سبھی مرادوں کی
حسنؔ کو کیوں نہ بنائے" سپھل" درود شریف

*

رُسل بھی جن سے نہ رکھیں برابری کا شوق
عجب ہے نجدی! تجھے اُن سے ہمسری کا شوق

پہنچ ہی جائے گا اک روز وہ کسی صورت
ہے جس کے دل میں مدینے کی حاضری کا شوق

میں حمد لکھتا ہوں رب کی، حضور کی نعتیں
بہت حسیں ہے مرا شعر و شاعری کا شوق

ہر اُمتی کی ہے خواہش خدا مجھے بخشے
ہر اُمتی کو بچانا مرے نبی کا شوق

ہو اُن کے در پہ مری حاضری خداوندا!
انھیں کے قرب میں پورا ہو بندگی کا شوق

جو ان کی نعت لکھو تو خلوص کامل ہو
رہے نہ دل میں کبھی نام آوری کا شوق

سوال کرنے کی حاجت نہیں حسنؔ مجھ کو
مرے نبی کو ہے خود بندہ پروری کا شوق

*

قدرت نے دیا آپ کو اِعزاز مبارک
ہر وصف میں ہیں آپ ہی ممتاز مبارک

تاریکیِ اصنام پرستی کی فضا میں
توحید کی دی آپ نے آواز مبارک

جبریل نے دی دعوتِ دیدارِ الٰہی
اسریٰ میں گئے آپ بہ صد ناز مبارک

اللہ کو معلوم ہے آقا کی حقیقت
بندوں کے لیے تو ہیں وہ اِک راز مبارک

دی کس نے شفاعت کی صدا روزِ قِیامت
ہے ساقیِ کوثر کی یہ آواز مبارک

ہر لمحہ ہو سرکار کی سنت کے مطابق
واللہ ہے جینے کا یہ انداز مبارک

نعتِ شہِ بطحا میں ہے مصروف حسنؔ تو
انجام مبارک ترا آغاز مبارک

*

جب آ گئے دنیا میں نبی ،صاحبِ "لولاک"
تو کفر کا ہر پردۂ تاریک ہوا چاک

معراج کو جس وقت چلے شاہِ مدینہ
ساکت ہوئی ہر چیز، رکی گردشِ افلاک

جس آنکھ میں ہو جلوۂ آقا کا بسیرا
دُنیا کا ہر اِک جلوہ ہے اُس میں خس و خاشاک

کوئی بھی نہیں جان سکا اُن کی حقیقت
ششدر ہے اگر فہم تو حیرت میں ہے اِدراک

جو پار کرے معرفتِ ذات کا دریا
ایسا نظر آیا ہے کسی کو کوئی تیراک؟

ہو جائے اگر گنبدِ خضرا کی زِیارت
بن جائیے تصویرِ ادب آنکھ ہو نمناک

لگ جائے جو آقائے دوعالم کے قدم سے
بڑھ جائے گی رُتبے میں حسنؔ عرش سے وہ خاک

*

عرق اُن کا پہنچا ہے بادِ صبا تک
پسینے پسینے ہے مشکِ ختا تک

یقیناً یہ قسمت کی معراج ہوگی
جو پہنچوں میں سرکار کی گردِ پا تک

ہر اِک کی زباں پر سرِ حشر ہوگا
انھیں کی رسائی ہے ذاتِ خدا تک

نبی کا ہے نقشِ قدم جس حجر پر
ہے ہیچ اُس کے آگے دُرِ بے بہا تک

درِ پاک پر اس لیے چپ کھڑا ہوں
زباں کیا وہ سنتے ہیں دل کی صدا تک

حضور ایسے خوگر ہیں لطف و کرم کے
عطا جن کی آتی ہے خود ہی گدا تک

حسنؔ کیجیے کیا بیاں اُن کی رفعت
گئے ہیں قدم جن کے عرشِ علیٰ تک

*

ذکر چھڑا اُن کی عظمت کا، لو محفل پر چھایا رنگ
رنگ نبی کی مدحت کا ہے سب رنگوں میں چوکھا رنگ

جب جب مشکل گھڑیاں آئیں، ہم نے اُن کا نام لیا
اُن کے کرم سے پھر مشکل نے چشم زدن میں بدلا رنگ

پوچھو یہ اصحابِ نبی سے، سب تم کو بتلائیں گے
اُن کے رُخِ زیبا کے آگے، چاند کا بھی تھا پھیکا رنگ

حسن، جہاں بھی عالم میں ہے حسنِ نبی کا پرتو ہے
رنگ کہیں خوش رنگ اگر ہو سمجھو ہے آقا کا رنگ

دیں کا رنگ آدم سے لے کر عیسیٰ تک سب لائے تھے
رب نے کیا محبوب پہ لیکن اپنے دیں کا پورا رنگ

پتھر برسانے والوں کے حق میں بھی رحمت کی دعا
ایسا انوکھا لطف و کرم کا کب دنیا نے دیکھا رنگ

گرچہ حسنؔ ہے کورا عمل میں پھر بھی رب کے غضب سے وہ
کورا بچا لے گا محشر میں اس کو ان کی ثنا کا رنگ

*

جب جگر پھٹ گئے سینے میں تو سینے ہم لوگ
پہنچے سرکار کی چوکھٹ پہ مدینے ہم لوگ

اُن کے دربار میں جانا ہو تو پھر قرآں سے
سیکھ لیں پہلے حضوری کے قرینے ہم لوگ

راہِ دریا ہی فقط ہوتی جو طیبہ کے لیے
جاکے پھر سارے جلا دیتے سفینے ہم لوگ

عیب آتا ہے نظر جن کو نبی کے اندر
ایسے لوگوں کو ہی کہتے ہیں کمینے ہم لوگ

خون کرتے ہیں جو سرکار کی عظمت کا انھیں
کیوں دیا کرتے ہیں ماحول میں جینے ہم لوگ

موت تجھ سے یہ گزارش ہے کہ تو تب آنا
خیر سے جب کہ پہنچ جائیں مدینے ہم لوگ

بن کے دیکھیں تو ذرا اُن کے حسنؔ سچّے غلام
کفر کے اب بھی چھڑادیں گے پسینے ہم لوگ

*

چاہت ہے کہ ہو حاضرِ دربار مرا دل
رکھیں گے یقیناً مرے سرکار مرا دل

اِک لمحہ بھی رہتا نہیں بے کار مرا دل
ہر پل ہے مدینے کا طلب گار مرادل

کچھ ایسا کرم کیجیے اے ساقیِ کوثر
اِک جامِ لبالب سے ہو سرشار مرا دل

ہو آپ کی عظمت پہ مری جان بھی قرباں
ہے آپ کی الفت میں گرفتار مرا دل

پھولوں کی ہو وہ سیج یا کانٹوں کا ہو بستر
آقا کو بنائے رہے دل دار مرا دل

ہے دل میں بسی روضے کی وہ جالی سنہری
ہے اس لیے زرداروں سے زردار مرا دل

ہے اِس میں حسنؔ عشقِ رسالت کی وہ قوّت
باطل کے محل کرتا ہے مسمار مرا دل

*

یہ آپ جانیں،بھلے ہیں کہ ہم برے ہیں، رسول!
کہ ہم تو آپ کے ٹکڑوں ہی پر پلے ہیں رسول

صبا! نہ بھیجوں گا ہرگز تمھارے ہاتھ سلام
مرا سلام مدینے سے سن رہے ہیں رسول

نہیں ہے کوئی معلم نبی کا دنیا میں
خدا کی بارگہِ ناز میں پڑھے ہیں رسول

حقیقت اُن کی خدا جانے بس خُدا جانے
ہماری رِفعتِ ادراک سے پرے ہیں رسول

ہمارے کرب کی بس آخری گھڑی اب ہے
وہ دیکھو اوڑھ کے کمبل بس آچلے ہیں رسول

زمانہ دیکھ کے عظمت نبی کی ششدر ہے
لوائے حمد لیے ہاتھ میں کھڑے ہیں رسول

حسنؔ میں نعتِ نبی اِس پہ ختم کرتا ہوں
خُدا کے بعد ہر اِک ذات سے بڑے ہیں رسول

*

مختار ہیں وہ ایسے اگر کہہ دیں کہ بن پھول
محشر کی تپش میں بنے سورج کی کرن پھول

پتھر بھی پگھلتے ہیں قدم رکھتے ہی لیکن
"سر تا بہ قدم ہے تنِ سلطان زمن پھول"

کانٹے بھی قریں ہوتے ہیں ہر پھول کے لیکن
کانٹوں سے بہت دور ہے یہ نازِ چمن پھول

تو رحمتِ عالم کی غلامی میں ہے داخل
کانٹوں کے لیے بھی ہے تجھے حکم کہ بن پھول

بے مثل ہیں وہ خلقِ حسن خلق حسن میں
اللہ کے محبوب کا تن پھول ہے من پھول

نعتِ شہِ کونین میں ہے ذکر ہمارا
گلشن میں یہی سوچ کے ہیں کتنے مگن پھول

تو اُن کے ثنا خوانوں کے زمرے میں ہے شامل
قسمت کی بلندی پہ حسنؔ جھوم حسنؔ پھول

*

وہ روضۂ سرکار ہے اب ہوش میں آجاؤ تم
یہ بارگاہِ ناز ہے "لَاْ تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ"

اِنسان ہیں صورت میں وہ، قرآن ہیں سیرت میں وہ
اللہ ہی جانے کیا ہیں وہ؟ انسان کا ہے ہوش گم

وہ نورِ حق نورِ خدا مثلِ بشر کیوں کر ہوا
قرآن کو دیکھو ذرا،ارشاد ہے "قَد جَاءَکُمْ"

گر چاہتے ہو لطفِ رب نازل ہو تم پر روزوشب
اے اہلِ ایماں با ادب صَلُّوا عَلٰی مَحبُوبکُم

کونین کی ہیں جان وہ، زندہ تھے اور زندہ ہیں وہ
تم مر کے مٹی میں ملو اے نجدیو! تَبّاً لَکُم

آقا حِصارِ قبر میں، لطف وکرم ایسا کریں
مجھ سے فرشتے یوں کہیں آرام سے سو جاؤ تم

کیا کہہ رہے ہو اُن کو تُم، یہ پوچھنا مقصود ہے
باقی تو بس تمہید ہے مَنْ رَّبُکُم مَادِینُکُمْ

*

ہے جن کی خَلوت وجَلوت کی ہر ادا روشن
چلا جو اُن کی روش پر وہ ہوگیا روشن

اندھیرے شرم سے ہر سمت منہ چھپانے لگے
"چراغ دہر میں آقا کا جب ہوا روشن"

چلیں ہزار شرربار آندھیاں لیکن
چراغِ دینِ نبی مستقل رہا روشن

جبیں پہ خاک لگا کر حضور کے در کی
ستارہ اپنے مقدر کا کر لیا روشن

انھیں کے دم سے ہیں تابانیاں مہ و خور کی
انھیں کے نور نے تاروں کو کر دیا روشن

اگر تمھارا ارادہ ہو نعت لکھنے کا
تو پہلے دل میں کرو عشق کا دیا روشن

حسنؔ چراغ جلاؤ نبی کی مدحت کا
تمھاری قبر رکھے گا خدا سدا روشن

*

منکر جو ہو سرکار کی عظمت کا وہ اِنسان
صورت میں ہے انسان حقیقت میں ہے شیطان

جو کچھ انھیں معلوم نہ تھا رب نے بتایا
پڑھ لیجیے قرآن میں اللہ کا فرمان

ہے میری نِگاہوں میں بسا شہرِ مدینہ
اسپین نہ پیرس نہ کناڈا نہ ہی جاپان

ہم بھیک نہ مانگیں گے زمانے سے اماں کی
اللہ محافظ ہے، ہیں سرکار نگہبان

ہو جائے کبھی گنبدِ خضرا کی زِیارت
مدت سے بسا ہے مرے سینے میں یہ ارمان

محبوب کو مبعوث کیا بہرِ ہِدایت
اللہ تعالیٰ کا ہے ہم پر بڑا احسان

جو راتوں کو روتا تھا ہمارے لیے اکثر
اُس محسنِ اعظم پہ حسنؔ جان بھی قربان

*

جس سے آیا ہے گل پر نکھار آپ ہیں
گلشنِ دوسرا کی بہار آپ ہیں

مظہرِ جلوۂ کردگار آپ ہیں
"کشورِ عشق کے تاجدار آپ ہیں"

جس میں عالم نہاتا ہے صبح و مسا
رحمتِ رب کا وہ آبشار آپ ہیں

جن کی آمد سے جہل و ستم کفر کے
سارے دامن ہوے تارتار آپ ہیں

ہم غلاموں کی خاطر ہر اک موڑ پر
غم فزا ہے جہاں غم گسار آپ ہیں

غم کے ماروں کو اور بے سہاروں کو بھی
جس کا صدیوں سے تھا انتِظار آپ ہیں

یہ حسنؔ بے عمل پر خطا ہے مگر
آسرا اس کے روزِ شمار آپ ہیں

*

میں نعت لکھ رہاہوں نبی کی یہ کم نہیں
پھر کیسے کہہ دوں ذات مری کچھ اہم نہیں

رب کے مقربین میں ایسا نہیں کوئی
سر جس کا بارگاہِ محمد میں خم نہیں

نعمت خدا کی بٹتی ہے دَستِ رسول سے
لے لے براہِ راست کسی میں یہ دَم نہیں

کرتے رہو ہمیشہ اِطاعت رسول کی
پھر کہنا ہے بجا مجھے محشر کا غم نہیں

اَللہ خود سکھاتا ہے اُن کا ادب لحاظ
"میرے نبی کے جیسا کوئی محترم نہیں"

سدرہ سے آگے جاکے نبی نے بتا دیا
اِس راہ میں کوئی بھی مرا ہم قدم نہیں

گستاخ مُصطفیٰ ہو کوئی بھی بشر حَسن
ہے نار اُس کے واسطے، باغِ اِرَم نہیں

*

احسان بن کے ہم پر تشریف لا رہے ہیں
لو آخری پیمبر، تشریف لا رہے ہیں

دامن بھریں گے اب تو ایمان کے گہر سے
"جودو سخا کے پیکر، تشریف لا رہے ہیں"

اُمت مری خدایا! کردے مرے حوالے
کہتے ہوئے یہ سرور، تشریف لا رہے ہیں

اب خاتمہ جہاں سے ، رسمِ ستم کا ہوگا
رحم و کرم کے خوگر، تشریف لا رہے ہیں

شمس و قمر ستارے ہیں جن کے زیر فرماں
ہے جن کا حوض کوثر، تشریف لا رہے ہیں

جن کی ہدایتوں سے پیشِ خدا جھکیں گے
باطل خداؤں کے سر ، تشریف لا رہے ہیں

زندانِ غم سے ہوگی اب تو حسنؔ رہائی
وہ دیکھ تیرے یاور، تشریف لا رہے ہیں

*

خدا کے نور یعنی مطلعِ انوار کو دیکھیں
نگاہوں کی تمنا ہے رُخِ سرکار کو دیکھیں

جو ہیں مجبور اپنی شومیِ تقدیر کے ہاتھوں
وہ کیسے اختیار احمدِ مختار کو دیکھیں

ہمارے سامنے رعنائیاں ہیں شہرِ طیبہ کی
تو پھر کیوں کر بہشتِ "تَحۡتَھَاالۡاَنۡھَار"کو دیکھیں

وہ سب کے ہیں تو رحمت کی نظر بھی سب پہ رکھتے ہیں
نہ ہوگا اُن سے یہ ہرگز فقط اَخیار کو دیکھیں

کمالاتِ بشر کی انتہا جو دیکھنا چاہیں
تو آئیں وہ خدا کے اولیں شہکار کو دیکھیں

وہ حدِّ علم پیغمبر بتانا بھول جائیں گے
جو "مَااَوحیٰ" کی آیت میں چھپے اسرار کو دیکھیں

حسنؔ ہاتھوں میں جس کے ہے لوائے حمد محشر میں
شفاعت کے لیے اپنی اُسی سرکار کو دیکھیں

*

میرا ممدوح ہے وہ شاہِ دیں
دونوں عالم ہیں جس کے زیرِ نگیں

انکِساری کا بھی جواب نہیں
برتر از عرش اور فرش نشیں

بارگاہِ رسول کے خادم
حاملِ وحی، جبرئیلِ امیں

ذرّے ذرّے کی ہے خبر ان کو
کون سی شے ہے جس کا علم نہیں

نار کو نور سے بدل ڈالا
میرے آقا کا ہے جواب کہیں

سوئے کعبہ جھکا ہے سر میرا
سوئے روضہ جھکی ہے دل کی جبیں

حاضری کا شرف حسنؔ کو ملے
دیکھے یہ بھی زمیں پہ خلدِ بریں

*

مدینے جا کے مرنا چاہتا ہوں
نِشانِ پاے آقا چاہتا ہوں

نہ تھا دُنیا میں جس کا کوئی سایہ
اُسی رحمت کا سایہ چاہتا ہوں

نِشانِ مغفرت روشن ہو دل پر
اسی صورت میں جینا چاہتا ہوں

حبیبِ کبریا کی نعت لکھ کر
مقدر میں بنانا چاہتا ہوں

بھنور میں آگئی ہے کشتی دیں
شہِ دیں اِک اِشارہ چاہتا ہوں

عطاکر دیجیے اِذن حضوری
میں کب سے طیبہ آنا چاہتا ہوں

حسنؔ کے دل پہ آقا اِک تجلی
میں ویرانہ بسانا چاہتا ہوں

*

آئیے قربان اس چوکھٹ پہ دل اپنا کریں
"تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں"

اُن کے حسنِ حق نما میں نقص مل سکتا نہیں
زندگی بھر ڈھونڈ نے والے اگر ڈھونڈا کریں

گلشنِ ہستی میں کھل جائیں گلِ کیف و سرور
ہم اگر مل بیٹھ کر ذکرِ گلِ طیبہ کریں

اُس سخی داتا کے در پر سائلو! آؤ چلیں
سائلانِ در سے جو ہرگز کبھی "نا" ناکریں

رحمتِ حق کی طلب ہے تو بنیں اُن کے غلام
عاصیوں کو "یَا عِبَادِی"کہ کے جو بندہ کریں

دولتِ ایماں لٹیروں سے بچانے کے لیے
اپنے دل پر نقشِ عشقِ شاہِ دیں کندہ کریں

وہ مجسم ربِ اکبر کی تجلی ہیں حسنؔ
کس میں طاقت اُن کو دیکھے وہ اگر جلوہ کریں

*

میرے آقا مرے سرکار کرم فرمائیں
اَن گنت ہو گئے آزار کرم فرمائیں

شور میں اہلِ ضلالت کے دبی جاتی ہے
حامیِ دیں کی بھی گُفتار کرم فرمائیں

حق پرستوں میں بڑھا نفس پرستی کا مرض
یہ تو مٹنے کے ہیں آثار کرم فرمائیں

اب تو طوفان کی زد پر ہے ہماری کشتی
المدد اے شہِ ابرار! کرم فرمائیں

ہوں غُلام آپ کے زِندانِ اَنا سے آزاد
اِنکِساری ہو اَثر دار کرم فرمائیں

بھولنے والے ہمیں دیکھ کے منزل پائیں
اِتنا مضبوط ہو کردار کرم فرمائیں

دست و بازو کو عطا کیجیے قوت آقا!
ہے حسنؔ حق کا طرف دار کرم فرمائیں

*

آؤ ہم روشنی کی بات کریں
اپنے پیارے نبی کی بات کریں

میرے آقا ہیں بے کسوں کے کس
کس لیے بے کسی کی بات کریں

جو فرشتوں سے بھی معظم ہے
آؤ اُس آدمی کی بات کریں

قاسِمِ نعمتِ خدا ہیں وہ
اور ہم مفلَسی کی بات کریں؟

نقشِ پاے نبی کو اپنائیں
اس طرح بندگی کی بات کریں

نقُص سے پاک ہیں ہمارے نبی
ہو کمی تو کمی کی بات کریں

نفسی نفسی تو سب کہیں گے حسنؔ
صرف وہ "امتی" کی بات کریں

*

مدحت گروں کے ساتھ کھڑا ہوں قطار میں
آئے گا نام میرا کبھی تو شمار میں

لاریب ہو ہی جاتی ہے سرکار کو خبر
"فریاد امتی جو کرے حال زار میں"

ہر عاشق نبی یہی کرتا ہے آرزو
آئے اجل تو ختمِ رسل کے دیار میں

زندہ تھے اس جہان میں جیسے مرے حضور
ویسے ہی آج بھی ہیں وہ زندہ مزار میں

ہر چیز دو جہاں کی خدا کی عطا سے ہے
میرے نبی کے دائرۂ اختیار میں

کب جائیں قبر میں کہ ہو دیدار مصطفیٰ
عشاق جی رہے ہیں اسی انتظار میں

جب اُن کا ہوں غلام حسنؔ پھر یہ کیا سوال
کیوں چار چاند لگ گئے تیرے وقار میں

*

جو اُن کےآنے کا آئے پیام آنکھوں میں
تودل کا فرش بچھادے غلام آنکھوں میں

رہِ نجات سے ہرگز بھٹک نہیں سکتے
رکھو ہمیشہ نبی کا نظام آنکھوں میں

نظر جھکا کے چلو ہے یہی نبی کی روش
کبھی نہ آئے گا امرِ حرام آنکھوں میں

خیال زلف و رُخ مصطفیٰ بساؤ تو
لگے گا صبح ہے آنکھوں میں شام آنکھوں میں

نظر نہ آئے گا حق کے سوا تمھیں کچھ بھی
اگر ہو نورِ ازل کا قیام آنکھوں میں

جلاؤ دل میں نبی کی محبتوں کے چراغ
بساؤ صورتِ خیر الانام آنکھوں میں

کبھی تو آئیں گے محبوب کے قدم اِس میں
حسنؔ کیے رہو سب انتظام آنکھوں میں

*

قدرت کے دستِ پاک کا شہ کار آپ ہیں
فضلِ خدا سے مالک و مختار آپ ہیں

توحید کا پیام زمانے میں کرکے عام
جس نے مٹائے شرک کے آثار آپ ہیں

شمس و قمر نجوم کا ہے نور مستعار
اصل الاصول معدن انوار آپ ہیں

عرفانِ ذاتِ پاک میں حیران خلق ہے
واللہ ایسے مخزنِ اسرار آپ ہیں

اسریٰ کی رات جس نے نہایت سکون سے
ربِّ قدیر کا کیا دیدار آپ ہیں

محشر کے روز سب پہ یہ ہوجائے گا عیاں
"مخلوقِ کائنات کے سردار آپ ہیں"

عاصی حسنؔ کے واسطے میدانِ حشر میں
واحد سہارا اے مرے سرکار! آپ ہیں

*

نہ تو جنی انھیں سمجھیں نہ فرشتہ جانیں
شکلِ انساں میں انھیں نور کا دریا جانیں

فکر فرشی کی ہو عرشی تو یہی کہتا ہے
"فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں"

نعت کہنے کی ملی جن کو بھی توفیقِ رفیق
اس سعادت کو بھی سر کار کا صدقہ جانیں

جن کی بعثت پہ جتایا ہے خدا نے احساں
فرض ہے ہم پہ انھیں نعمتِ عظمیٰ جانیں

آپ کے جود کا صدقہ تو دو عالم ہیں حضور!
کم نظر آپ کی مقدار عطا کیا جانیں؟

جب خدا ہی نے بنائی نہیں آقا کی مثال
پھر بھلا کیوں نہ انھیں دہر میں یکتا جانیں

آدمی وہ ہے حسنؔ لے جو وسیلہ اُن کا
خود جنھیں حضرت آدم بھی وسیلہ جانیں

*

طاقت نہیں وہ دشمن دیں کی سپاہ میں
جو ہے نبی کے سچے غلاموں کی آہ میں

آغازِ کائنات سے انجام کار تک
ہر حال آچکا ہے نبی کی نگاہ میں

بیواؤں کو وقار سے جینے کا حق دیا
آقا نے ایک بیوہ کو لے کر وِواہ میں

کرتاہے جو رسول سے دعوائے ہمسری
ایمان اُس کا کھوٹا ہے حق بیں نگاہ میں

دنیا و آخرت میں رہے گا وہ چین سے
جو آگیا حبیبِ خدا کی پناہ میں

آنکھوں سے چل کے جاؤں گا اُن کے حضور خواہ
"پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں"

تم کو ملے گی منزل مقصود اے حسنؔ
بڑھتے چلو غلامیِ آقا کی راہ میں

*

بن کے وجہِ سرُور رہتے ہیں
"میرے دل میں حضور رہتے ہیں"

شہرِ میلادِ مصطفیٰ کے حضور
دست بستہ شہور رہتے ہیں

جن دلوں میں ہے جلوۂ آقا
بن کے وہ مثلِ طور رہتے ہیں

جب تلک چاہیں مصطفیٰ روزے
بے فطور و سحور رہتے ہیں

جن کے دل میں نبی کی عظمت ہے
نجدیوں سے وہ دور رہتے ہیں

ذکر اُن کا ہے مشغلہ جن کا
کب غموں سے وہ چور رہتے ہیں

مدحِ سرکار میں حسنؔ مصروف
جن وانس وطیور رہتے ہیں

*

اِس تمنا میں کمی، اللہ ! اِک فی صد نہ ہو
شہرِ طیبہ کے سوا میرا کہیں مرقد نہ ہو

کوئی مجمع ہو کہیں ہو یہ تو ممکن ہی نہیں
سارے اونچوں سے بھی اونچا مصطفیٰ کا قد نہ ہو

جو کہ لا محدود ہے ذات و صفت میں وہ خدا
کیوں نہ دے محبوب کو وہ وصف جن کی حد نہ ہو

ہر گھڑی ہو لب پہ ذکرِ مصطفیٰ، ذکرِ خدا
زندگی کا اور کچھ اِس کے سوا مقصد نہ ہو

مدحتِ آقا کی خاطر جب اٹھاتا ہوں قلم
ایسا ہوتا ہی نہیں مضمون کی آمد نہ ہو

چاہتا ہے بارگاہ مصطفیٰ میں ہو قبول
"آنسوؤں سے نعت وہ تحریر کر جو رد نہ ہو"

خندہ پیشانی سے دشمن سے بھی ملتا ہے حسنؔ
شرط ہے، دشمن ہو اُس کا دشمنِ احمد نہ ہو

*

آفتابِ رُشد بن کر دہر میں چمکا ہے تو
روزِ محشر ہم گنہ گاروں کے سر سایہ ہے تو

تیرے قرباں ہم تو کرتے ہیں گناہوں پر گناہ
ہم گنہ گاروں کی خاطر رات بھر روتا ہے تو

عالمِ امکاں بنا ہے تیرے نورِ پاک سے
شرق سے تا غرب ہر شے میں نظر آتا ہے تو

واقعہ معراج کا ہم کو دلاتا ہے یقیں
قربِ حق کی منزلِ مخصوص میں تنہا ہے تو

ہے قیامِ شب سے تیرے پائے اقدس میں ورم
ناز جس پر بندگی کرتی ہے وہ بندہ ہے تو

چشمِ عالم سے چھپا ہے، موت بس اتنی تری
ورنہ جیسے کل تھا زندہ آج بھی زندہ ہے تو

تجھ کو کیا دیکھا حسنؔ نے، دید رب کی ہوگئی
اِس جہاں میں ایک کامل جلوۂ مولیٰ ہے تو

*

کرتے نہیں وہ گنج و دفینے کی آرزو
دل میں بسی ہے جن کے مدینے کی آرزو

بحرِ غم و الم سے نکالیں گے خود حضور
میں کیوں کروں کسی بھی سفینے کی آرزو

شہرِ نبی میں میری شہادت کی موت ہو
فاروق کی تھی کیسی قرینے کی آرزو

دنیا کو آرزو ہے عطور و بخور کی
مجھ کو تو ہے نبی کے پسینے کی آرزو

امت مری اے میرے خدا بخش دے مجھے
آتے ہی اس جہاں میں نبی نے کی آرزو

اہلِ سنن کی عید ہے کرتے رہیں گے ہم
میلادِ مصطفیٰ کے مہینے کی آرزو

ایماں پہ خاتمے کی کرو آرزو حسنؔ
مومن کی شان کب ہے خزینے کی آرزو

*

زاہد! میں بتاتا ہوں تجھے شانِ مدینہ
خاصانِ خدا ہوتے ہیں خاصانِ مدینہ

جبریلِ امیں آپ کی تائید کریں گے
بن کر کبھی دیکھیں تو ثنا خوانِ مدینہ

محبوب کی زنجیرِ محبت میں جکڑ کر
کر میرے خدا! داخلِ زندانِ مدینہ

اُس خاک کی رفعت کا بیاں ہو نہیں سکتا
جس خاک سے مس ہے تنِ سلطانِ مدینہ

آرام گہِ مالکِ جنت ہے جبھی تو
سو جان سے جنت بھی ہے قربانِ مدینہ

یہ قربِ گلستانِ مدینہ کا اثر ہے
"جنت کو لبھاتا ہے بیابانِ مدینہ"

کھاتی ہے بہ یک وقت جہاں پوری خدائی
کس درجہ کشادہ ہے حسنؔ خوانِ مدینہ

*

بری، بحری ہیں تیری، فضائی تری
کل خلائق پہ فرماں روائی تری

دیکھ کر کتنے کافر مسلماں ہوئے
ایسی صورت خدا نے بنائی تری

افضل الخلق رب نے بنایا تجھے
انبیا مقتدی، مقتدائی تری

فتحِ بابِ شفاعت فقط تیرا حق
شان قرآن نے یہ بتائی تری

لے چلے تھے ملک مجھ کو سوے سقر
میری قسمت، شفاعت در آئی تری

اپنے آقا پہ کثرت درودوں کی کر
بالیقیں غم سے ہوگی رہائی تری

تیری امت بنی دشمنوں کا ہدف
دے رہاہے حسنؔ اب دہائی تری

*

جانِ جاں! جس نے بھی دیکھا ترا جلوہ نوری
بول اُٹھا یہ کہ نہ دیکھا کبھی ایسا نوری

پل میں پہونچے وہ سرِ عرش تو حیرت کیا ہے؟
راہ رو نور ہے اُس نور کا رستہ نوری

رب کی جلوہ گہِ مخصوص ہے عرشِ اعظم
اُس سے بڑھ کر ہے کہیں آپ کا چہرہ نوری

راہ اِک ایسی ہے جس سے مرے آقا کے سوا
نہ تو گزرا کوئی خاکی نہ ہی گزرا نوری

تو زمیں پر جو رہے محوِ ثنائے سرور
آسمانوں پہ کریں گے ترا چرچا نوری

تیرگی قبر کی پھر کیسے رہے گی باقی؟
آکے جلوے جو بکھیریں گے وہ آقا نوری

تیرتا جس میں ہے خورشیدِ جہاں تابِ حسنؔ
روے سرکار ہے وہ حُسن کا دریا نوری

*

چاہت خدا کی ہوتی ہے چاہت رسول کی
رب کے حضور یہ ہے کرامت رسول کی

انعام اپنے بندوں پہ رب کا ہے بے شمار
لیکن عظیم سب میں ہے بعثت رسول کی

وہ مہر و ماہ کے بھی نبی ہیں اسی لیے
"کرتے ہیں مہر و ماہ اطاعت رسول کی"

رفعت خدا نے بخشی ہے ذکرِ رسول کو
مجھ کو بلند کرتی ہے مدحت رسول کی

نظریں جما کے دیکھنا اُن کو محال تھا
ایسی خدا نے رکھی تھی ہیبت رسول کی

محبوب رب کا بنتا ہے انسان کس طرح
اپناکے کوئی دیکھے تو سیرت رسول کی

ما و شما کی بات تو جانے ہی دیجیے
نبیوں کو بھی حسنؔ ہے ضرورت رسول کی

*

از فرش تا فلک ہے حکومت رسول کی
کرتے ہیں مہر و ماہ اطاعت رسول کی

انکار پر جو اُن کی رسالت کے تھے اڑے
تسلیم تھی انھیں بھی صداقت رسول کی

اللہ کے کلام میں خیر امم کا وصف
جس کو ملا وہ کون ہے امت رسول کی

مکہ سے دیکھے آمنہ بی نے قصورِ شام
جس وقت ہورہی تھی وِلادت رسول کی

سردار رہبروں کی بنی گمرہوں کی قوم
کس درجہ بااثر تھی ہدایت رسول کی

بے عقل ہے جو عقل پہ کرتا ہے اعتماد
عاقل کو ہے یقیں کہ ہے حاجت رسول کی

تم کو حسنؔ غنا ہو میسر تو یہ کہو
اللہ کا کرم ہے، عنایت رسول کی

*

نبی کی نعت سنانے کھڑا ہوا کوئی
کسی کی روح مچل اٹھی تو جلا کوئی

دلیل اس کی ہے "خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولىٰ"
نہیں عروج محمد کی انتہا کوئی

وہ جس کی جملہ پیمبر نے اقتدا کی ہو
مرے نبی کے سوا دوسرا دکھا کوئی؟

وہ رعب و دبدبہ اللہ نے انھیں بخشا
مجال ہے کہ کرے اُن کا سامنا کوئی

ہر اک کمال کا کوثر خدا نے اُن کو دیا
کرے گا کیسے نبی کا مقابلہ کوئی

نہیں ہے اور جو لے جائے قربِ مولیٰ تک
سوائے دینِ محمد کے راستہ کوئی

نبی کے نور کی تخلیق تب ہوئی تھی حسنؔ
نہ تھا وجود سے موصوف جز خدا کوئی

*

اہلِ محشر کی شہِ دیں تک رسائی ہو گئی
اَب تو یوں سمجھو ہر اِک غم سے رہائی ہو گئی

رَہ رَوانِ راہِ عرفاں کا بنا وہ پیش رو
"مصطفیٰ کے دَر سے جس کی آشنائی ہوگئی"

روضۂ سرکار پر آنکھوں سے آنسو کیا بہے
دفعتًا سارے گناہوں سے صفائی ہو گئی

پر کشش کتنی ہے روئے مصطفیٰ کی آب و تاب
چاندنی بھی چاند کی جس کی فِدائی ہوگئی

چھوڑ کر اَذکار دیگر پڑھ رہاہوں میں دُرود
کوئی بتلائے مری کتنی کمائی ہوگئی

رشکِ تاجِ خسروی ہے نعلِ پاکِ مصطفیٰ
نازشِ عرشِ بریں اُن کی چٹائی ہوگئی

گمرہی کے جانے کس گڈھے میں ہوتے ہم حسنؔ
یہ تو آقا کا کرم ہے رہنمائی ہو گئی

*

قلب سرکار ہے وہ جلوہ گہِ ربانی
سیکڑوں طور کی جھک جائے جہاں پیشانی

ہے غلاموں پہ جو آقا کے کرم کی بارش
دیکھ کر اُس کو سمندر بھی ہے پانی پانی

موت کا ذائقہ چکھتے تو نبی بھی ہیں مگر
اَبدی زیست ہے پھر موت ہے اُن کی آنی

شدتِ کربِ قِیامت سے بھلا کیا بچتے
یہ تو آقا کا کرم ہے کہ ہوئی آسانی

اُ ن کے دربار کی عظمت کا بیاں کس سے ہو؟
جن کے دربار میں جبریل کریں دربانی

بُغضِ سرکار سے نجدی ابھی بازآ ورنہ
تجھ کو لے جائے گی دوزخ میں تری نادانی

اُن کے کوچے میں مروں مجھ کو بقا مل جائے
زندگی ورنہ حسنؔ اپنی ہے بے شک فانی

*

خدا نے جس کو بھی عقل دی ہے، یہ بات اُس پر چھپی نہیں ہے
نبی کا ہمسر کبھی نہیں تھا، کبھی نہ ہوگا، ابھی نہیں ہے

نبی کی آنکھیں ،نبی کے ابرو، نبی کے عارض ، نبی کے گیسو
کسی بھی رُخ سے نبی کو دیکھو، کہیں سے کوئی کمی نہیں ہے

یہیں پلادو شرابِ اُلفت، نہ آئے کہنے کی مجھ کو نوبت
"تمھیں پلاؤگے روزِ محشر، اسی لیے میں نے پی نہیں ہے"

جہاں میں آئے بہت پیمبر، فقط ہمارا ہے ایسا سرور
بہ چشمِ سر جس نے رب کو دیکھا، کوئی بھی دیگر نبی نہیں ہے

زمانے والو! بہ غور سن لو! نہیں یہ ممکن ہمیں دبا دو
خدا کے محبوب کی یہ اُمت کبھی کسی سے دبی نہیں ہے

بتاکے کوئی اشد ضرورت، بڑھائے ہرگز نہ سب سے قربت
نبی کے گستاخ ہیں جو اُن سے کبھی ہماری جمی نہیں ہے

نبی کی عظمت پہ مرنے والو! نبی کی الفت میں جینے والو!
حسنؔ کہے کیوں تمھاری خاطر، خدا کی جنت بنی نہیں ہے

*

جو درِ نبی پہ جاکر، کوئی پل گزار آئے
یہی آرزو ہے اُس کی، وہ ہزار بار آئے

کبھی ایسا بھی ہوا ہے ؟ درِ مصطفیٰ پہ جاکر
کوئی خستہ حال آئے، کوئی بے قرار آئے

مری چشم تر کے آگے ، ہوں جمال حق کے جلوے
کبھی خواب ہی میں ایسی، گھڑی خوش گوار آئے

مرے رو بہ رو ہو روضہ، ہو زباں پہ نعتِ سرور
یہ حسیں ترین لمحہ، بھی کبھی کبھار آئے

ہو خدا کے کیسے پیارے، بڑی شان ہے تمھاری
"وہ بنے خدا کا پیارا، تمھیں جس پہ پیار آئے"

یہ ہے بارگاہِ آقا، یہاں حاضری سے پہلے
جو کلاہِ کج ہو سر پر، تو اُسے اتار آئے

اے حسنؔ تمھیں وہ دیں گے، سبھی رنج وغم سے راحت
ہے سراپا جن کا رحمت انھیں ہم پکار آئے

*

ہم نے پائی ہے بڑی شان تری نسبت سے
سر کیے ہیں سبھی میدان تری نسبت سے

جن کی حرکت سے درندوں کو حیا آتی تھی
آدمی وہ ہوئے انسان تری نسبت سے

آگیا نام مرا تیرے ثنا خوانوں میں
"ہوگئی میری بھی پہچان تری نسبت سے"

تیرے در سے جو ملے مجھ کو غلامی کی سند
میں کروں شاہی کا اعلان تری نسبت سے

قبر کا، حشر کا تھا خوف بہت کیا ہوگا؟
مرحلے سب ہوئے آسان تری نسبت سے

سب ادب سے انھیں کہتے ہیں "حکیمِ امت"
کیا سے کیا ہوگئے سلمان تری نسبت سے

محوِ حیرت ہے حسنؔ کفر تھی جس کی فطرت
ہوگیا وہ بھی مسلمان تری نسبت سے

*

مجھے کیا غرض کہ ہے کون کیا؟وہ رفیق ہے کہ رقیب ہے
مرا صرف اُس سے ہے رابطہ، جوگدائے کوے حبیب ہے

وہ تمام خلق کے ہیں نبی،کرے کون اُن کی برابری ؟
نہ عجم میں ویسا نسیب ہے ،نہ عرب میں ویسا حسیب ہے

جو کلام حق میں پڑھے "دَنیٰ"کرے بعد غور یہ فیصلہ
ہے مجال کس کی بتا سکے،وہ خدا سے کتنا قریب ہے

سنو! میں بتاؤں کہ حشر میں، ملے کیسے قرب نبی تمھیں
جو یہاں پہ پیکر خلق ہے،وہ وہاں پہ اُن سے قریب ہے

نہ مجھے بھٹکنے کا کوئی ڈر،نہ تو راہ میری ہے پُر خطر
"مرا شوق ہے مرا رہنما، مری حد وہ شہر مجیب ہے"

نہ فصاحتوں کا کوئی بدل، نہ بلاغتوں کا جواب کچھ
یہ عرب تمام ہیں دم بہ خود، مرا مصطفیٰ وہ خطیب ہے

کوئی پوچھے تم سے حسنؔ ہے کیا، مجھے اختصار سے دو بتا
تو کہو کہ واصف مصطفیٰ، بڑا اُس کا اونچا نصیب ہے

*

یہ نکتہ اہلِ دانش پر عیاں ہے
محمد دہر کا رازِ نہاں ہے

بنا آرام گاہِ رشکِ یوسف
"مدینہ رونقِ کون و مکاں ہے"

چھپیں جس میں گنہ گارانِ عالم
کشادہ دامنی اُن سی کہاں ہے؟

بہت آگے تخیل کی حدوں سے
مقام سیدِ ہر دوجہاں ہے

عبادت پارہی ہے اپنی منزل
درودِ پاک اَب وردِ زَباں ہے

صحابہ دم بہ خود اور مہر بر لب
زَبانِ مصطفیٰ گوہر فشاں ہے

حسن روزِ جزا کی فکر کیسی؟
شفیعِ عاصیاں جب درمیاں ہے

*

سجی بزمِ نبی ہے
کسی کو کھل رہی ہے

اطاعت مصطفیٰ کی
خداکی بندگی ہے

جو سب کے کام آئے
رسول ہاشمی ہے

وہ محبوبِ خدا ہیں
کہاں اُن میں کمی ہے ؟

ادب بن جا سراپا
یہ دربارِ نبی ہے

دیارِ مصطفیٰ میں
غضب کی دل کشی ہے

حسنؔ اعلان کردو
مدینہ زندگی ہے

*

سید کونین کی عزت مآبی دیکھیے
ہے حریم حق میں اُن کی باریابی دیکھیے

گالیاں دی تھیں جنھوں نے، دی گئی اُن کو دعا
کاروائی جانِ رحمت کی جوابی دیکھیے

بن تو جائیں سرورِ کونین کے سچے غلام
عظمت رفتہ کی ہوگی بازیابی دیکھیے

پوری دنیا مان لے سرکار کو اپنا رسول
"کب تمنا کو ملے گی کامیابی دیکھیے"

کنجیاں سارے خزانوں کی انھیں بخشی گئیں
بے نہایت نعمتوں کی دستیابی دیکھیے

وقتِ آخر، جو عکاشہ سے کہا گر یاد ہے
عدل کے پیکر کی پھر خود احتسابی دیکھیے

تھوک اُن کا لے کے مل لیتے تھے چہروں پر حسنؔ
تھے مؤدب کس قدر سارے صحابی دیکھیے

*

نبی کو عفو کی عادت پسند آتی ہے
خطاگروں پہ بھی رحمت پسند آتی ہے

نبی کے نام پہ رکھ نام اپنے بیٹوں کا
اُس ایک رَب کو یہ شرکت پسند آتی ہے

حکم نہ مانا نبی کو تو اُس کا قتل کیا
عمر کی خوب یہ شدت پسند آتی ہے

ہو میرے ساتھ فقط یاد شاہِ بطحا کی
قسم خدا کی یہ جلوت پسند آتی ہے

اِسی لیے تو سجاتا ہوں بزمِ نعتِ نبی
"خدا کو آپ کی مدحت پسند آتی ہے"

نہ رکھا سایہ نبی کا خدائے واحد نے
اُسے نبی کی بھی وَحدت پسند آتی ہے

غلام اُن کے غلاموں کا ہوں حسنؔ میں بھی
مجھے یہ دور کی نسبت پسند آتی ہے

*

یہ مصرع نعت کا اشہر زمیں سے آسماں تک ہے
نبی بعد از خدا برتر زمیں سے آسماں تک ہے

وہ جن کا نام آتا ہے پسِ نام خدا ہر جا
"انھیں کا تذکرہ گھر گھر زمیں سے آسماں تک ہے"

مرے آقا کی حدِّ سلطنت کوئی تو بتلائے؟
نہیں ہوں مطمئن کہہ کر زمیں سے آسماں تک ہے

انھیں کے نور سے روشن ہیں ذرّے ماہ و اختر بھی
یہی بر حق زبانوں پر زمیں سے آسماں تک ہے

غلامانِ نبی کی شان کا واللہ کیا کہنا
انھیں کے نام کا بینر زمیں سے آسماں تک ہے

فصیحانِ عرب کہتے تھے یہ حیرت زدہ ہوکر
کہاں اِن سا سخن پرور زمیں سے آسماں تک ہے

حسنؔ جن پر ہے روشن نقشِ پائے سرورِ عالم
کہاں اُن سا کوئی پتھر زمیں سے آسماں تک ہے

*

جسے سروری دو جہاں کی ملی ہے
مرا مرکزِ چشم و دل وہ نبی ہے

تصور میں میرے ہے گلزارِ طیبہ
کلی آج پھر میرے دل کی کھلی ہے

سوا آپ کے دونوں عالم میں آقا
کسے انبیا کی اِمامت ملی ہے

اترتی ہے طیبہ میں رحمت ہمہ دم
لگی جیسے ساون کی ہلکی جھڑی ہے

ترا ذکر ہے قدسیوں کے لبوں پر
"ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے"

وہ "اَسریٰ" کی شب اور ذاتِ الٰہی
چھپی تھی جو سب پر وہ تجھ پر کھلی ہے

قبول ایک مصرع بھی آقا جو کر لیں
نجاتِ حسنؔ گویا طے ہو گئی ہے

*

ہر ایک اہل نظر پر یہ بات روشن ہے
کرم سے ان کے حیاتِ بنات روشن ہے

خدا کے سارے پیمبر ہیں ہادی و مرشد
مرا رسول میانِ ہُدات روشن ہے

سلوک خلق سے یا ربط ضبط خالق سے
"ہر ایک پہلو سے اُن کی حیات روشن ہے"

انھیں کے نور سے اِس گلستانِ عالم کی
ہر ایک ڈال منور ہے، پات روشن ہے

بنے تھے وہ جو حدیثِ رسول کا مرکز
بخارا، کوفہ منوّر، ہرات روشن ہے

ہمارے حال سے آقا ہیں باخبر اب بھی
حیات آپ کی بعدِ وفات روشن ہے

حسنؔ جو پیش نظر ہیں نقوش پائے نبی
ہمارے واسطے راہِ نجات روشن ہے

*

خدائی کیا؟ خدا کو بھاگئی ہے
مرے آقا کی وہ سُندر چھوی ہے

قمر شق ہوگیا پاکر اشارہ
ملا آدیش تو پلٹا رَوی ہے

زکوٰۃ وصدقہ، حقِّ مال داری
"سخن گوئی کا حق نعتِ نبی ہے"

حبیب اپنابنایا رَب نے جن کو
کہوں میں کس طرح اُن میں کمی ہے

سُتونِ عرش پر نامِ محمد
خدا کے ساتھ باخطِّ جلی ہے

بروزِ حشر دربارِ خدا میں
سوا آقا کے کب کس کی چلی ہے

حسنؔ یہ نعت گوئی کا ہے صدقہ
نبی کے ہاتھ سے جنت ملی ہے

*

حضور اُس کو اٹھائیں جو اوفتادہ ہے
اُسے سوار کرائیں جو پاپیادہ ہے

ہراک وجود کی صورت میں رنگ ہے جن کا
جہاں میں اُن کی رہائش کا طرز سادہ ہے

اثر سرور کا رُخ پر ہے اس لیے ظاہر
"نبی کے شہر پر انوار کا ارادہ ہے"

عدالتِ نَبوی میں یہ فرق ناممکن
کہ یہ گدا کا ہے بیٹاوہ شاہزادہ ہے

خدانے اُن کو بنایا ہے اوّل و آخر
محال ایسی بناوٹ کا پھر اِعادہ ہے

مرے حضور کی موجودگی کا ہے صدقہ
وجود کی یہ عمارت جو ایستادہ ہے

نبی کی نعت کا حق ہو ادا حسنؔ کیوں کر
کہ وصف دائرۂ فکر سے زِیادہ ہے

*

ملائکہ بھی نہ جس راہ سے کبھی گزرے
زمانہ دنگ ہے، کیسے مرے نبی گزرے؟

اگر ہو راہِ عمل نقشِ پائے خیر رسل
ہر ایک لمحہ ہمارا بہ عمدگی گزرے

ہوں رو بہ رو وہ مرے جب انھیں سلام کروں
نماز ایسی ڈگر سے مری کبھی گزرے

وہ کوچہ جس میں گنہ گار بخشے جاتے ہیں
اُسی میں کاش مری زیست دو گھڑی گزرے

بہ وقتِ مرگ تمھارا حسیں تصور ہو
"تمھاری یاد میں آقا یہ زندگی گزرے"

حضور کہیے نا! پروردگار سے "سَلِّمْ"
کہ پل صراط سے امت خوشی خوشی گزرے

جہاں پہ ہار کے ہر فکر بیٹھ جاتی ہے
حسنؔ! وہاں سے بھی آگے مرے نبی گزرے

*

شمعِ عشقِ مصطفیٰ رکھّو جلا کے سامنے
پھر جلاؤ خود کو پروانہ بنا کے سامنے

جلوۂ حق دیکھنا چاہو تو پھر آجاؤ تم
سیّدِ عالم کے روے حق نما کے سامنے

اپنے حق میں پاؤ گے تم رب کو توّاب ورحیم
مجرمو! آؤ در شاہ ہدیٰ کے سامنے

اُن کا حسن بے بدل دیکھا تو یہ کہنا پڑا
"کائناتِ حسن کیا ہے مصطفیٰ کے سامنے"

سب دوائیں اِک طرف اور اک طرف اُن کا لعاب
ہیچ ہیں ساری دوائیں اس دوا کے سامنے

نجدیو! تم کو بھی محشر میں پتہ چل جائے گا
مصطفیٰ کی شان کیا ہے؟ کبریا کے سامنے

سارے فرزانے حسنؔ تم پر فدا ہوجائیں گے
لاؤ خود کو اُن کا دیوانہ بنا کے سامنے

*

یہ شانِ بندگی اُن کی کہ سر فرشِ زمیں پر ہے
مگر یہ پاؤں کا پایہ کہ وہ عرشِ بریں پر ہے

فقط اقرار ایماں سے کوئی مومن نہیں ہوتا
مدار ایمان کا حُب شہِ دنیا و دیں پر ہے

کلیم اللہ کی صورت کہیں جانے کی کیا حاجت ؟
نزولِ آیتِ قرآں جہاں آقا وہیں پر ہے

یہ ذرے ہیں مدینے کے، یہ کوچہ ہے مدینے کا
یہ بھاری چاند تاروں پر تو وہ خلدِ بریں پر ہے

ثریا سے ثریٰ تک دہر میں موجود ہر ذرہ
عیاں ختمِ رسالت کی نگاہِ دور بیں پر ہے

یہ کہہ کر تم گناہوں پر کبھی اصرار مت کرنا
"گنہگاروں کی بخشش رحمۃ للعالمیں پر ہے"

اجالا ہے حسنؔ دن میں انھیں کے روے تاباں سے
سیاہی شب کی قائم اُن کی زلفِ عنبریں پر ہے

*

جہانِ کون کی بنیاد آں پر ہے نہ اِیں پر ہے
یقیں جانو مرے آقا کے نور اولیں پر ہے

برستی ہیں خدا کی رحمتیں اُن کے ثنا خواں پر
غضب اللہ کا شانِ نبی کے نکتہ چیں پر ہے

ترے سجدوں میں عشق سرور دیں کی ہے آمیزش
عیاں نور عبادت اس لیے تیری جبیں پر ہے

شفاعت وہ کریں گے حشر میں اہل کبائر کی
جہنم سے رہائی کی بنا بس اس یقیں پر ہے

جو گستاخ پیمبر ہے وہ بخشا جا نہیں سکتا
نشان بندگی بے فائدہ اس کی جبیں پر ہے

نہیں ہیں غیب داں آقا بہ تعلیم الٰہی بھی
بتاؤ منکرو! قرآں میں یہ لکھا کہیں پر ہے؟

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں حسؔن رحمت ہے عام اُن کی
مگر کچھ خاص ہی ہر بے کس و اندوہ گیں پر ہے

*

جو نعتِ پاک میں شیریں زبان لگتی ہے
حدیثِ پاک کی وہ ترجمان لگتی ہے

ہوا ہے فخرِ دوعالم کا اِس زمیں پہ ظہور
اسی لیے یہ زمیں آسمان لگتی ہے

وہ جس میں سیدِ کون ومکاں کا عشق نہ ہو
وہ زندگی کوئی ویراں مکان لگتی ہے

حضور آپ کی توصیف کس زباں سے کروں؟
ہر اِک زبان یہاں بے زبان لگتی ہے

جو متّصل ہے تنِ سرورِ دوعالم سے
وہ خاک عرشِ معلیٰ کی جان لگتی ہے

مزارِ مالکِ جنت ہے جلوہ بار یہاں
زمیں مدینے کی جنت نشان لگتی ہے

حیاتِ مصطفوی کی حسنؔ ہر اک ساعت
کلامِ پاک کا روشن بیان لگتی ہے

*

بعدِ خالق شاہِ دیں کو سب سے برتر دیکھتے
کاش نجدی "ایکمِ مثلی" کے تیور دیکھتے

ان کے علمِ پاک کی دیتے نہ یوں گندی مثال
حکمِ داور "لا تقولواراعِنا" گر دیکھتے

قبر میں آکر فرشتے مجھ سے جب کرتے سوال
کاش آقا میری جانب مسکرا کر دیکھتے

کاش دے دیتا خدائے پاک بال و پر ہمیں
جا کے طیبہ ہم رسولِ پاک کا در دیکھتے

بالیقیں سارا جہاں ہوتا ہمارے ہاتھ میں
سنتِ ختم الرسل کا بن کے پیکر دیکھتے

ہوگیا تھا مہرِ عالم تاب اس دم بے نِقاب
ان کو پھر ہجرت کی شب کفار کیوں کر دیکھتے

داغِ عصیاں کس طرح دھلتے ہیں دامن سے حسنؔ
کاشَ طیبہ میں کبھی آنسو بہا کر دیکھتے

*

سورج کی کرن سے نہ کسی اور ضِیا سے
روشن ہے زمانہ رُخِ محبوبِ خدا سے

ہے اصلِ عِبادت شہِ طیبہ کی اِطاعت
صدیق نے یہ درس دیا غارِ حرا سے

جو قید ہیں الفت میں شہنشاہِ جہاں کی
آزاد ہیں دنیا کے ہر اک رنج و بلا سے

وہ ساقیِ کوثر ہیں پلائیں گے یقیناً
جب ہوں گے غلام اُن کے صفِ حشر میں پیاسے

بے چین ہوں سرکار بلا لیجیے طیبہ
کب تک دلِ مضطر کو دیے جاؤں دِلاسے

ہو بندۂ مومن کے ہر اک کام کا آغاز
اللہ کی تحمید و محمد {ﷺ} کی ثنا سے

اُس درد میں کام آئے حسنؔ خاکِ مدینہ
جس میں نہ ملے چین جہاں بھر کی دوا سے

*

آج کی تاریخ میں آیا زمیں پر کون ہے؟
جس کی خاطر جھک گیا اللہ کا گھر کون ہے؟

رحمتِ ربِ دوعالم، مالکِ ہر دوسرا
شافعِ روزِ جزا ساقیِ کوثر کون ہے؟

چاند سورج اور ستاروں کو ضِیا کس سے ملی؟
جس سے دل روشن ہے وہ مہرِ منور کون ہے؟

کس نے دنیا کو دیا امن و اُخوت کا پیام؟
عدل و انصاف و مروت کا وہ پیکر کون ہے؟

حضرتِ جابر کی ہانڈی میں یہ کس کا فیض ہے؟
بھر دیا ہے جس نے کوزے میں سمندر کون ہے ؟

"رَبّ هَب لی ا ُمَّتی "کس نے کہا وقتِ ظہور؟
"امتی"ہے حشر میں جس کی زباں پر کون ہے؟

جس کے حسنِ بے بدل پر ہے حسنؔ عالم نثار
جانِ جاں،جانِ جہاں، محبوبِ داور کون ہے؟

*

حبیبِ کبریا کہیے، رسولِ دوجہاں کہیے
مکاں والا بھی کہیے اور مکینِ لامکاں کہیے

حدیثِ مصطفیٰ کیا ہے؟ بتاؤں اِس کو کیا کہیے
کلامِ کبریا کہیے، محمد {صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم} کی زباں کہیے

نہ کہیے سرورِ کونین کو اپنی طرح انساں
انھیں رازِ خدا کہیے، خدا کا راز داں کہیے

نبی کا نور امرِ"کن فکاں" کا نقشِ اول ہے
انھیں پر ختم ہیں کل عظمتیں انساں کی ہاں کہیے

یہ رنگ و نور کی دنیا انھیں کے دم سے قائم ہے
دوعالم کے لیے سرکار کو روحِ رواں کہیے

خدا کے نام سے نامِ نبی ہے متّصل ہر جا
کلامِ کبریا پڑھیے کہ مسجد میں اذاں کہیے

حسنؔ ہے آپ کا مجرم گناہوں سے ملوث ہے
اَماں اس کو عطا کیجے، اماں کہیے، اماں کہیے

*

جہانِ آب و گِل میں جب نبی تشریف لائے تھے
تو شیطاں خوب رویا تھا، دو عالم مسکرائے تھے

عمل بد تھا، جہالت تھی، عقیدہ بد سے بد تر تھا
"یہ سب اُس وقت کی باتیں ہیں جب تک وہ نہ آئے تھے"

وہ اصلِ عالمِ امکاں ہیں، اصلِ آدم وحوا
اگرچہ ظاہراً وہ آمنہ بی بی کے جائے تھے

وہ اصلاً لامکانی ہیں، تو سیرِ لامکانی پر
یہ مت پوچھو گئے کیسے؟ یہ پوچھو کیسے آئے تھے؟

شبِ اَسریٰ شہِ اَسریٰ کے استقبال کی خاطر
خدا نے ہر فلک پر شاہ دروازے بنائے تھے

شبِ ہجرت ہوئے ناکام، آقا کی عداوت میں
ابو جہلی جماعت نے جو منصوبے بنائے تھے

یہ ہے بو جہل کا مقتل، یہاں عتبہ مرے گا کل
نبی نے بدر کے میدان میں نقشے بنائے تھے

*

مدینہ بھی نہ جاتے تو سکوں پانے کہاں جاتے
شکشتہ دل پھر اپنے دل کو جڑوانے کہاں جاتے

اگر ہوتی نہ بعثت رحمتِ عالم کی دنیا میں
تو پھر مظلوم کو انصاف دلوانے کہاں جاتے

میانِ اہلِ محشر گر نہ ہوتے شافعِ محشر
شفاعت کا درِ بستہ وہ کھلوانے کہاں جاتے

نہ ہوتے کاتبِ تقدیر کے نائب جو طیبہ میں
"ہم اپنی لوحِ پیشانی بدلوانے کہاں جاتے"

اگر شہرِ رسول پاک کے صحرا نہیں ہوتے
پئے صحرا نوردی ان کے دیوانے کہاں جاتے

اگر آتے نہ ہر پھر کر تمھارے آستانے پر
یہ مجرم اپنے روٹھے رب کو منوانے کہاں جاتے

یہ سب نعتِ نبی کا فیض ہے ہم پر حسنؔ ورنہ
بھری اس بھیڑ میں دنیا کی پہچانے کہاں جاتے

*

کچھ ایسے بھائے ہیں بی آمنہ کے ماہ مجھے
لبھا نہ پائے زمانے کے کج کلاہ مجھے

جہاں حضور کی عظمت کا درس ہوتا ہو
الٰہی چاہیے بس ایسی درس گاہ مجھے

غلام اُن کے غلاموں کا بن گیا جب سے
زمانہ تب سے سمجھتا ہے بادشاہ مجھے

مرے گناہ سے دفتر تو ہیں بھرے لیکن
کرم پہ اُن کے بھروسا ہے بے پناہ مجھے

ہر ایک عاشقِ صادق کے دل کی ہے یہ صدا
"بہت عزیز ہے اُن کی قیام گاہ مجھے"

حضور لائیں گے لوٹا کے خلد کی جانب
سقر کی سمت گھسیٹیں گے جب گناہ مجھے

درِ رسول پہ قربان اس لیے ہوں حسنؔ
ہجومِ غم سے ملی ہے یہیں پناہ مجھے

مَناقب

عظمتِ قرآن کریم

ہر ایک چیز کا کامل بیان ہے قرآن
ہدایتوں کا مکمل جہان ہے قرآن

پہنچ نہ پائے جہاں تک کسی بلیغ کی فکر
بیان و معنیٰ کا وہ آسمان ہے قرآن

عرب ہٹا نہ سکے جس کو بابِ کعبہ سے
بلاغتوں کی وہ بھاری چٹان ہے قرآن

لحد میں، حشر کے میدان میں، سرِ میزاں
خدا کے قہر و غضب سے امان ہے قرآن

ہے مومنوں کے لیے اس میں ہر مرض سے شفا
خدا کے رحم و کرم کا نشان ہے قرآن

کتب ہیں یوں تو بہت ڈھیر سی مگر کوئی
کہاں جہان میں تیرے سمان ہے قرآن

پڑھو کلام الٰہی پتہ چلے گا حسنؔ
نبی کے خلقِ حسن کا بیان ہے قرآن

منقبت در شان
حیدر کرّار سیدنا علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

سرکار شہرِ علم تو مولیٰ علی ہیں باب
ہے کون جو بیاں کرے شانِ ابو تراب؟

اب معرفت کے گوہرِ نایاب لوٹیے
شیرِ خدا کا ہونے لگا قوم سے خطاب

تم جان لوگے پڑھ کے علی کو کہ کس طرح
ہر چیز کا بیان ہے اللہ کی کتاب

حب علی تو حب رسالت ماٰب ہے
حب علی نہیں ہے تو ہے عاقبت خراب

معیارِ حق علی کو بتایا رسول نے
حق بھی چلے ادھر کو جدھر جائیں بو ترا ب

مشکل میں تو پکار کے مشکل کشا کو دیکھ
مشکل کو ڈال دیتے ہیں مشکل میں آں جناب

مولیٰ علی سا رکھتا ہے اپنا حمایتی
آساں حسنؔ کا ہوگا نہ کیوں حشر میں حساب

منقبت

در شانِ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا

ایثار کے جہاں میں مثالی ہے فاطمہ
بھوکوں کو بھوکی رہ کے کھلاتی ہے فاطمہ

چاہت تو دیکھو میرے نبی نے کیا قیام
اُن کے حضور جب کبھی آئی ہے فاطمہ

تم ہی تو سیدہ ہو زنانِ بہشت کی
ممکن کہاں مثال تمھاری ہے فاطمہ

جو مصطفیٰ کی صورت و سیرت کے عکس ہیں
ایسے حسن حسین کی مائی ہے فاطمہ

بن کر رہیں بہشت میں تیری کنیز سب
لَو عورتوں نے ایسی لگائی ہے فاطمہ

کردار مصطفیٰ کا جھلکتا ہے جس میں صاف
سیرت کچھ ایسی آپ نے پائی ہے فاطمہ

امت کو بخشوائے گی وہ حشر میں حسنؔ
اللہ کے حبیب کی جائی ہے فاطمہ

سرزمینِ کربلا

جبرو جفا کے نقش مٹاتی ہے کربلا
راہِ رضائے رب پہ چلاتی ہے کربلا

اہلِ عبا پہ ظلم کے قصے سنا کے آج
مومن کو خوں کے آنسو رلاتی ہے کربلا

سردے کے سر بلند ہوئے کس طرح امام
یہ داستان اب بھی سناتی ہے کربلا

حق بولنے کے واسطے ظالم کے سامنے
مظلوم کو دلیر بناتی ہے کربلا

آلِ نبی کی تشنہ لبی کے طفیل ہی
پیاسوں کو جامِ صبر پلاتی ہے کربلا

پھر فتنۂ یزید اٹھانے لگا ہے سر
پھر اک حسین آئے بلاتی ہے کربلا

دینِ نبی ہے جان سے بھی قیمتی حسنؔ
ہر ایک کو یہ بات بتاتی ہے کربلا

منقبت

در شانِ سید التابعین سیدنا اویس قرنی رضِی اللہ تعالیٰ عنہ

ایسے ممتاز ہیں، ذیشان اویس قرنی
مملکت عشق ہے سلطان اویس قرنی

عامل سنت و قرآن اویس قرنی
عشق و اخلاص کی ہیں جان اویسِ قرنی

جس رہِ زہد پہ دکھلایا ہے تم نے چل کر
اس پہ چلنا نہیں آسان اویس قرنی!

تیرے صدقے میں بھی امت کے یقیناً ہوں گے
مرحلے حشر میں آسان اویس قرنی!

تیرے اوصاف کا آقا نے کیا ذکرِ جمیل
تونے پائی ہے بڑی شان اویس قرنی!

رب کے محبوب کے محبوب ہو امداد کرو
ہند میں ہم ہیں پریشان اویس قرنی!

اُن کی دیوانگی مشہور زمانہ ہے حسنؔ
ہیں فراست کی مگر جان اویس قرنی

منقبت

در شان محبوبِ سبحانی غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ

مظہرِ شانِ رسالت غوثِ اعظم دست گیر
معدن جودو سخاوت غوثِ اعظم دست گیر

ہیبت و جرأت میں جوہر حضرتِ حسنین کا
گلشنِ زہرا کی نکہت غوثِ اعظم دست گیر

تم ولایت کے فلک پر ایک مہرِ لازوال
پیکر رشد و ہدایت غوثِ اعظم دست گیر

تم پہ فضلِ خاص ہے اللہ کا سرکار کا
تم بدل دیتے ہو قسمت غوثِ اعظم دست گیر

آنِ واحد میں رہے ستر مریدوں کے یہاں
ہے عجب وحدت میں کثرت غوثِ اعظم دست گیر

اولیا کی گردنوں پر پاے اقدس آپ کا
کس ولی کی ایسی رفعت؟ غوثِ اعظم دست گیر

منزلِ مقصود مل جائے حسنؔ کو بالیقیں
گر ذراکردو عنایت غوثِ اعظم دست گیر

منقبت

درشانِ سلطان الہند عطاے رسول سیدنا غریب نواز علیہ الرحمہ

حق کا اک آئنہ معین الدین
حق نگر حق نما معین الدین

مصطفیٰ کی عطا معین الدین
راہ حق کا پتہ معین الدین

اونٹ راجہ کے تھے مگر اُن پر
حکم تیرا چلا معین الدین

سحر ہے ہارتا کرامت سے
تو نے ثابت کیا معین الدین

کتنے اندھے بنے ہیں انکھیارے
دے کے تجھ کو صدا معین الدین

تم نے کوزے میں بھر لیا ساگر
فیل پہرا ہوا معین الدین

مل گئی فتح جس سے غوری کو
وہ تھی تیری دعامعین الدین

اک زمانے کو آپ کے صدقے
فضلِ ایماں ملا معین الدین

یہ حَسنؑ ہو حَسن بہ حُسن عمل
کردیں رب سے دعا معین الدین

منقبت

در شانِ صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ

ملی ہے انھیں ایسی شان فقاہت
ہوئے معترف جس کے خود اعلیٰ حضرت

سوا اُن کے کوئی نہیں ہے رضاؔنے
جنھیں اپنی بیعت کی دی ہو وکالت

رموزِ طریقت کے بھی آشنا ہیں
جنھیں خلق کہتی ہے صدرِ شریعت

رہِ معرفت میں رہے گامزن وہ
بالآخر رسائی ہوئی تا حقیقت

وصال اُن کا حج کے سفر میں ہوا ہے
ملے گا انھیں اجرِ حج تا قیامت

کھلی تھی کبھی اُن کی قبرِ مبارک
تو آتی تھی اُس سے گلابوں کی نکہت

ملا "کنزِ ایماں" انھیں کے ذریعے
انھیں سے ملی ہے بہارِ شریعت

رئیسِ اڑیسہ تھے فیضان جن کا
انھیں کی عطا حافظِ دین وملت

محدث مفسر بڑی شان والے
تھے سردار احمد انھیں کی عنایت

کرم اُن کا تھا سیدِ میرٹھی پر
ملی تھی جنھیں نحویوں کی امامت

وہ اپنی جماعت کے نادر مناظر
انھیں کے تھے ممنون شاہِ رفاقت

حسنؔ کیوں نہ نازاں ہو قسمت پہ اپنی
کہ یہ بھی ہے تلمیذِ تلمیذِ حضرت

منقبت

در شانِ حافظِ ملت شاہ عبدالعزیز محدثِ مراد آبادی علیہ الرحمۃ

عطا کی قوم کو تو نے وہ دولت حافظِ ملت
ترا احساں رہے گا تا قیامت حافظِ ملت

چلے جاؤ مبارک پور توبے خود ہو کے بولو گے
"بڑھادی تم نے شانِ اہل سنت حافظِ ملت"

تھی نازاں مسندِ تدریس و افتا ذات پر تیری
تجھے ہر فن میں حاصل تھی مہارت حافظِ ملت

جگر کے خون سے سینچا ہے تم نے اشرفیہ کو
نہ جائے گی کبھی اس کی نضارت حافظِ ملت

وہ مہر و ماہ کی صورت زمانے بھر میں چمکا ہے
ہوئی جس پر تری چشمِ عنایت حافظِ ملت

خطابت میں تمھاری گھن گرج کچھ ایسی ہوتی تھی
عدوے دیں پہ چھا جاتی تھی ہیبت حافظِ ملت

حسن کے واسطے کام آئے گی میدانِ محشر میں
تمھاری کفش برداری کی دولت حافظِ ملت

منقبت

درشانِ سیدی سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ

بیس جولائی اٹھارہ عیسوی کی تھی وہ شام
جب چلے تاجِ شریعت خلد میں کرنے قیام

مفتیانِ دیں میں جن کی امتیازی شان تھی
عالمِ اسلام میں جن کی الگ پہچان تھی

اُن کی علمی شان و شوکت کیا بتاؤں میں جناب
جن کو "ازہر" سے ملا ہے "فخرِ ازہر" کا خطاب

مذہبِ حق کی حفاظت میں گزاری زندگی
نشرِ علمِ دیں میں کردی وقف ساری زندگی

ہر عمل میں طالبِ خوشنودیِ مولیٰ رہے
مدحِ مادح لومۂ لائم سے بے پروا رہے

وہ جدھر نکلے ہوا خلقِ خدا کا ازدحام
تھا قبولِ عام حاصل درمیانِ خاص و عام

جن کی رحلت سے حسنؔ عالم ہوا ہے سوگوار
اُن کے مرقد پر سدا ہو رحمتِ پروردگار

منقبت

درشانِ سیدی سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ

پوری دنیا میں کروروں اپنے شیدا چھوڑ کر
چل دیے تاج الشریعہ سب کو روتا چھوڑ کر

گھر سے نکلے تھے تمھاری دید کی حسرت لیے
"کون سی دنیا بسالی تم نے دنیا چھوڑ کر"

مسلکِ احمد رضا کیا ہے سمجھ سکتے نہیں
ہند والے دامنِ تاج الشریعہ چھوڑ کر

جب ہمارے درمیاں ہیں اُن کے کردار و عمل
کب گئے ہیں وہ ہمیں دنیا میں تنہا چھوڑ کر

جو رہا کرتے تھے اکثر دورۂ تبلیغ پر
وہ گئے پھر بھی بڑا علمی ذخیرہ چھوڑ کر

اُن کی رحلت سے فقط عسجد نہیں ہیں غم زدہ
وہ گئے ہیں اک زمانے کو بلکتا چھوڑ کر

مسئلہ کوئی بھی ہو کیسا بھی ہو لیکن حسنؔ
وہ نہیں دیتے تھے فتویٰ حزم و تقویٰ چھوڑ کر

WASEELA-E-NIJAAT
by
Mohammed Mujahid Husain Razvi Hasan Allahabadi
EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA